

حیات ہمالیوں، از اختر چرخ برتری، رشک زہرہ و شتری، جناب آغا مرزا محمد جعفر صاحب جعفری  
 ریح، حجم ۳۳ صفحہ، بقیع چھوٹی لکھائی چھپائی اور کاغذ معمولی، قیمت ۴۷ پتہ شیخ محمد جان الہی بخش تاجران  
 کتب کشمیری بازار لاہور،  
 ہمالیوں نامہ گلبدن بیگم پنجاب یونیورسٹی کے منشی فضل کے نصاب میں داخل ہے، جناب مرزا  
 محمد جعفر صاحب جعفری نے طلبہ کی آسانی کے لئے اس کا خلاصہ اردو میں کیا ہے، جو "حیات ہمالیوں"  
 کے نام سے شائع ہوا ہے، رسالہ کی زبان صاف سلیس، اور انداز بیان عمدہ ہے، لیکن اگر دلا کر  
 کی جگہ، لیکن لکھا جاتا تو بہتر تھا،

خلافت الامتہ فی العبادات، ترجمہ مولوی عبدالرحیم صاحب ناظم مکتبہ علوم مشرقیہ پشاور  
 حجم ۳۶ صفحہ، معارف سائز، کاغذ اور لکھائی چھپائی متوسط، قیمت ۵۷ پتہ :- الملال بک انجمن  
 نمبر ۲۷ شیرالوالہ دروازہ لاہور،

یہ علامہ ابن تیمیہ کے رسالہ خلافت الامتہ فی العبادات کا صاف سلیس اور روان ترجمہ ہے  
 جس میں بتایا گیا ہے کہ سنون کے مختلف فرقوں کی عبادات نماز اور حج وغیرہ میں جو اختلافات  
 ہیں، وہ فروعی ہیں، ان کو اصل عبادت کے جائز و باطل ہونے میں کوئی دخل نہیں، بلکہ سب اس  
 مستحبات و مکروہات سے متعلق ہیں، اور مثال میں حج کا قرآن و تمتع سے ادا کرنا، بسملہ کا ہر دو  
 سے پڑھنا، قنوت فجر، قنوت مغرب و عشاء، قنوت بعد از رکوع اور عیدین کی تکبیریں وغیرہ کو پیش  
 کیا گیا ہے، یہ رسالہ دور حاضر میں بھی جماعت اہل حدیث و اخلاف دونوں کے لئے مفید ہے، اگر  
 فرقوں میں آج کل رسالہ بازی اور مخالفانہ و موافقانہ تحریریں زیادہ تر انھیں مسائل پر ہوتی  
 رہتی ہیں،

جلد سبب و ششم ۲۶ مہر ریح الاول ۳۲۹ مطابقت ۱۹۳۰ء ع ۲

## مضامین

۸۲-۸۲	سید سلیمان ندوی	شذرات
۹۵-۸۲	"	منصب نبوت
۱۱۳-۹۶	مولوی شہناوین الدین احمد صاحب ندوی	بحرین
	رفیق دارالمصنفین	
۱۲۵-۱۱۴	مولوی سید ابوالقاسم صاحب برادر حیدر آباد	طالب فلسفہ کی نوعیت، طبیعت اور اس کی تعیین و
۱۳۴-۱۲۶	جناب مولوی امینار علی خان صاحب غشی رامپور	صحیح مسلم کا ایک قدیم نسخہ ہندوستان میں
۱۳۸-۱۳۵	"	مرحوم احمد تیمور پاشا
۱۴۲-۱۳۹	"	اسلام میں قوانین بین الدول
۱۴۶-۱۴۳	"	انبار علیہ
۱۴۷	جناب علی اختر صاحب حیدر آباد دکن	فروع اختر
۱۴۸	نواب اودہ سید شمس الحسن بی بی، ایل، ایل بی، لکھنؤ	عشق مجبور
۱۵۷-۱۴۹	نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمن	المبین
	خان شروانی،	
۱۶۰-۱۵۸	"	مطبوعات



## سیرۃ نبوی

سیرۃ نبوی کی چوتھی جلد مجدد الشہ اب اس قابل ہوئی کہ وہ مطبع کے حوالہ کیجا سکے، یہ جلد غالباً چھ صفحوں میں پوری ہوگی اور اس کے آخر تک بھی چھپکر پوری ہو جائے تو غنیمت ہے اس سے تو پوری ہی نہیں ہو سکتی، آج کے مقالات میں اس کے مقدمہ کے چند صفحے صرف اس کے موضوع بحث تشریح کے لیے درج کیے جاتے ہیں، کہ اکثر احباب اس کے متعلق دریافت فرماتے رہے ہیں،

ان ہاجرین صحابہ کے حالات میں جو فتح مکہ کے قریب اسلام لائے ہیں، یہ پونے چار سو صفحوں میں تمام ہوئی ہے اس کے مؤلف مولوی شاہ معین الدین احمد صاحب ندوی رفیق دارالمصنفین ہیں،

—•—•—•—

ہندوستان کا موجودہ دور مسلمانوں کے لیے سخت قلق افزا ہے، رہنما مختلف الراسے اور عوام قفل و بے پروا ہیں، جب ان کو صحیح یا غلط نام سے جوش میں لایا جاتا ہے، تو کچھ دور دوڑتے ہیں، اور پھر تھک کر بیٹھ جاتے ہیں، پھر ان کے جوش و غیرت کے لیے رہنما کوئی نیا تاشا کھڑا کرتے ہیں اور پھر وہ ہاتھ پاؤں جھاڑ کر کھڑے ہوتے ہیں، مسئلہ سے لیکر آج تک یہی سلسلہ قائم ہے، کیا یہ زندگی کی علامت ہے؟

—•—•—•—

ہندوستان میں مسلمانوں کا انتشار اور پراگندگی بڑھ رہی ہے یا گھٹ رہی ہے؟ خدا جانتے آپ اسکا جواب دین، ہمارے نزدیک تو بڑھ رہی ہے پچیس تیس برس مسلمان صرف ایک ایجوکیشنل کانفرنس یا ندوۃ العلماء کو جانتے تھے، اس کے بعد سیاسی حیثیت سے سلسلہ سے لیکر مسلم لیگ کو جانا اور سلسلہ تک یہی عالم رہا، اس کے بعد پرانی انجمنوں سے سیر ہو کر مجلس خلافت قائم کی اسی کیساتھ جمعیۃ العلماء رہنائی گئی، چند برس انکی بہار رہی، پھر تنظیم اور تبلیغ کا شور مچا ہوا، اور آل انڈیا تنظیم کانفرنس اور تبلیغ کانفرنس کا زور ہوا، پھر ایک مسلم لیگ کی دو مسلم لیگیں ہوئیں، پھر ایک خلافت کی دو خلافتیں ہوئیں، ایک جمعیۃ العلماء سے دو جمعیۃ العلماء بنیں، اب آج کل آل انڈیا مسلم کانفرنس کا دور ہے، دیکھیں اس ایک مسلم کانفرنس کی دو مسلم کانفرنسیں کب بنتی ہیں، اور ہمارے قومی کھلونوں میں ایک نئے کھلونے کا کب اضافہ ہوتا ہے،

## سیر الصحابہ

اس سلسلہ کی حسب ذیل کتابیں تیار ہیں:-  
خلفائے راشدین، ہاجرین جلد اول، ہاجرین جلد دوم، سیر انصار جلد اول، سیر انصار جلد دوم، سیر الصحابیات  
اسوۃ صحابہ جلد اول، سوۃ صحابہ جلد دوم، سیرۃ عائشہ رضی اللہ عنہا، الفاروقی، سوۃ صحابیات  
سیرۃ نبوی، سیرۃ ابراہیم، سیرۃ یونس، سیرۃ عیسیٰ، سیرۃ موسیٰ، سیرۃ داؤد، سیرۃ سلیمان، سیرۃ زکریا، سیرۃ یحییٰ، سیرۃ یونس، سیرۃ عیسیٰ، سیرۃ موسیٰ، سیرۃ داؤد، سیرۃ سلیمان، سیرۃ زکریا، سیرۃ یحییٰ

سیرۃ کی گذشتہ تیسری جلد میں معجزات پر بحث ہے، اس میں ایک باب معجزات اور فلسفہ پر ہے، یہ باب جیسا کہ کتاب مذکور کے دیباچہ میں تصریح ہے، ہمارے سابق رفیق دارالمصنفین مولانا عبدالحق صاحب ندوی معلم فلسفہ جدیدہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن کا لکھا ہوا ہے، موصوف نے اس باب کو اس خوب اور تحقیق سے لکھا تھا کہ اسکو تمام اہل نظر نے بالاتفاق پسند کیا، بلکہ صحیح یہ کہ اس سے عقل پرست گروہ کے معجزات کو ہدایت اور رہنمائی ملی، مگر ہمارے فاضل دوست کے مذہبی خیالات میں بعض بزرگوں کے فیض سے روز بروز وترتی ہوتی جاتی ہے، اس لیے وہ اب اپنی ہر اس تحریر کو جو کتاب و سنت رسول اور سلف صالح کے مسلک سے سرموہ متجاوز ہو، گناہ عظیم سمجھتے ہیں اور اس کے لیے ہر کفارہ ادا کرنے کے لیے تیار ہیں، بنا بریں وہ اپنے اس مضمون کے متعلق یہ اعلان مناسب سمجھتے ہیں کہ اس میں جو چیز ایسی ہو جو اس صحیح مسلک کے خلاف ہو وہ اس سے رجوع کرتے ہیں اور کتاب و سنت کے ٹھیک اور صحیح مفہوم پر قائم ہیں، اور باب مذکور کے ناظرین سے بھی وہ یہی توقع کرتے ہیں۔

—•—•—•—

سیر الصحابہ کے نام سے جو سلسلہ دارالمصنفین میں قائم ہے، اس کی ایک نئی جلد چھپکر تیار ہے، اس میں



# مقالہ

## منصب نبوت

### سیر کی چوتھی جلد کا مقدمہ

اس پیش نظر جلد کا موضوع بحث سمجھنے کے لیے یہ سمجھنا چاہیے، کہ سیرت کی کتابوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زندگی کے اندر جو چیز سب سے زیادہ ممتاز ہو کر نظر آتی ہے، وہ غزوات اور لڑائیاں ہیں لیکن یہ غزوات اور لڑائیاں مقصود بالذات نہ تھیں، وہ سلسلہ دعوت میں اتفاقاً پیش آ گئیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی، انھوں نے اس کے قبول کرنے سے انکار کیا، اور نہ صرف انکار کیا، بلکہ اس کے منازعہ و کشش کی، اس کے قبول کرنے والوں کو ستایا، اور ان کو اپنے گھروں سے نکال دیا، وہ اپنی جان بچا کر دور شہر کو چلے گئے، وہاں ان کی دعوت نے فروغ پایا، اور بہت بڑی تعداد نے اس کی سچائی کو قبول کیا، یہ دیکھ کر انہوں نے ہر طرف سے یورش کی اور چاہا کہ اس جماعت کو بزورِ مٹا دیں، اس نے اپنی جان کے بچاؤ کی تدبیریں کیں، ان کی بزورِ سازشوں اور کوششوں کے سیلاب کو پہاڑ بن کر دکھا، اور ان کے حملوں کی مداخلت کی، اس کشمکش لڑائی کی صورت اختیار کی، اور مدت تک قائم رہی، اور آخر کار اسلام کی کامیابی پر اس کا خاتمہ ہوا، یہ جو کچھ ہوا اور پیش آیا وہ گو خود نہایت عجیب اور حیرت انگیز اور کرشمہ ربانی کا پورا منظر ہے، لیکن حقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصلی اور مقصود بالذات کارنامے نہیں، وہ اتفاقی حوادث ہیں جو اسلام کی دعوت میں دشمنوں کی مخالفت سے پیش آ گئے، آپ کے اصلی پیغمبرانہ کارنامے وہ ہیں جو اگر یہ اتفاقی واقعات نہ ہوتے ہوتے تب بھی ظاہر ہی ہوتے، اور وہی آپ کی سیرت مبارکہ کے اصلی واقعات اور سوانح ہیں

وہ بین سر تا پا روحانی و اخلاقی انقلاب پیدا کر دینا تمام عالم کے سامنے کامل ترین اور اخیر شریعت کو پیش کرنا، ترانہ توحید اور سرود محبت سے دنیا کے گوشہ گوشہ کو معمور کرنا، تاریک خانہ عالم کو سراج منیر بنکر بقعہ نور بنسا دینا، گمراہوں کو راستہ بتانا، بھولوں کو یاد دلانا، بندوں کا رشتہ خدا سے جوڑنا، غلط اوہام کو مٹانا، اخلاق فاضلہ کا سکھانا، گناہوں سے دفتر کو دھونا، انسانوں کو شیطانوں کے دام فریب سے نکال کر زشتوں کی صف میں کھڑا کرنا، دنیا کو رفق و محبت طفت و شفقت اور برادرانہ مساوات کی تعلیم دلانا، حکمت و دانائی، پند و موعظت اور تہذیب و تمدن کے رموز سکھانا روحانیت کی برباد شدہ دنیا کی دوبارہ تعمیر، اور تلووب و ارواح کے دیران گھروں کی از سر نو آبادی، پیش نظر جلد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ کے انہیں واقعات اور کارناموں پر مشتمل ہے،

بظاہر نظر آتا ہے کہ اس قسم کے کچھ کام ایسے لوگوں سے بھی انجام پاتے ہیں جو نبوت اور رسالت کے منصب پر فائز نہیں ہوتے، وہ اپنی قوم و ملک کے سامنے اپنی اصلاح کی دعوت پیش کرتے ہیں، اور سچی و محنت اور متواتر جدوجہد سے ان میں کوئی سیاسی، اجتماعی، تعلیمی، اقتصادی اور معاشرتی انقلاب پیدا کرتے ہیں اور ان کو قہر و کوشش کی، اس کے قبول کرنے والوں کو ستایا، اور ان کو اپنے گھروں سے نکال دیا، وہ اپنی جان بچا کر دور شہر کو چلے گئے، وہاں ان کی دعوت نے فروغ پایا، اور بہت بڑی تعداد نے اس کی سچائی کو قبول کیا، یہ دیکھ کر انہوں نے ہر طرف سے یورش کی اور چاہا کہ اس جماعت کو بزورِ مٹا دیں، اس نے اپنی جان کے بچاؤ کی تدبیریں کیں، ان کی بزورِ سازشوں اور کوششوں کے سیلاب کو پہاڑ بن کر دکھا، اور ان کے حملوں کی مداخلت کی، اس کشمکش لڑائی کی صورت اختیار کی، اور مدت تک قائم رہی، اور آخر کار اسلام کی کامیابی پر اس کا خاتمہ ہوا، یہ جو کچھ ہوا اور پیش آیا وہ گو خود نہایت عجیب اور حیرت انگیز اور کرشمہ ربانی کا پورا منظر ہے، لیکن حقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصلی اور مقصود بالذات کارنامے نہیں، وہ اتفاقی حوادث ہیں جو اسلام کی دعوت میں دشمنوں کی مخالفت سے پیش آ گئے، آپ کے اصلی پیغمبرانہ کارنامے وہ ہیں جو اگر یہ اتفاقی واقعات نہ ہوتے ہوتے تب بھی ظاہر ہی ہوتے، اور وہی آپ کی سیرت مبارکہ کے اصلی واقعات اور سوانح ہیں

غور کرو تو معلوم ہوگا کہ دنیا کا ذرہ ذرہ جس غرض و مقصد کے لیے پیدا ہوا ہے، وہ بلا کسی ارادہ اور مقصد کے خود بخود اپنے وجود کے اُس غرض و غایت کو پورا کر رہا ہے، وہ سرِ مو اس حکم سے انحراف نہیں کرتا جو اس کے خالق نے اس کے روزِ پیدائش سے اس کو دیا ہے، آسمان سے لیکر زمین تک ہر نے ارادہ اپنے اپنے کام میں لگا ہوا ہے، آفتاب دنیا کو گرمی اور روشنی دینے پر مامور ہے، وہ ہر آن اور ہر لمحہ اس میں مصروف ہے



پھر یہ بھی بتایا،

والتوران الله، سخن لکھ مافی الارض جمیعاً رج، (اے انسان!) کیا تو غور نہیں کرتا کہ زمین میں جو کچھ ہو رہا ہے  
تمہارے کام میں اس نے لگا رکھا ہے،

زمین کے بعد آسمان کی نسبت بھی اس نے اعلان کیا،

و سخن لکھ اللیل والنهار والشمس والقمر، (اور اے انسانو!) اس نے رات اور دن کو سورج اور چاند  
کو تمہارے کام میں لگایا ہے اور ستارے بھی اس کے حکم کے کام میں لگائے

حقیقت میں یہی ان کا کام جس کو تم ان کے فطری اور طبعی خواص اعمال اور آثار کہتے ہو اور جن کے اسباب  
علل اور اغراض سے تمہارا حکیم سے حکیم اور خدا سفر سے فلا سفر بھی اسی طرح جاہل ہے جس طرح افریقہ کا ایک وحشی  
سے وحشی انسان ان کا اپنے خالق اور پیدا کرنے والے کے حکم کی اطاعت اور تعمیل ہے اور یہی ان کی زبان  
حال کی نماز اور تسبیح ہے،

والتوران الله یسبح له من فی السموات و  
الارض والطیر صفت طکل قد علم صلا  
وتسبیحہ ط والله علیم بما یفعلون ہ  
(نور، ۶)

لیکن انسان کو دوسرے موجودات و مخلوقات کی طرح مجبور محض نہیں پیدا کیا گیا ہے، بلکہ وہ احسان  
اور ارادہ جو جمادات میں معدوم، نباتات میں زیر بحث اور حیوانات میں متحرک ہے وہ انسان میں پوری طرح  
بیدار اور کار فرما ہے اسی طرح وہ ارادی قدرت و اختیار جو جمادات میں ناپید، نباتات میں مفقود حیوانات میں  
محدود ہے وہ انسان میں ایک حد تک وسیع ہے، اسی لیے اس کو تکلیف دی گئی اور غرضی ارادہ مخلوقات  
کی طرح بالاضطرار اور مجبورانہ اطاعت الہی کے لیے نہیں، بلکہ بالارادہ اطاعت کے لیے اس کی تخلیق ہوئی تو

زمین کو سبزی اور شادابی کا کام سپرد ہے اور وہ اس کو انجام دیر ہی ہے، اگر کو سیلابی اور گویا سبزی کا کام  
وہ اس کی تعمیل کر رہا ہے، درخت پھل دینے پر مقرر ہیں، وہ اس کام میں لگے ہیں، حیوانات کے جو کام ہیں وہ  
رہے ہیں، لیکن سوال یہ ہے کہ انسان کا بھی کوئی کام ہے؟

اؤ انسان کو بھی غور سے دیکھیں! وہ بھی کھاتا، پیتا، چلتا پھرتا، اٹھتا بیٹھتا، زندگی گزارتا ہے، اور پھر مر جاتا ہے  
کیا اس کی زندگی کا بس اسی قدر مقصد ہے اگر یہی ہے تو پھر انسان اور حیوان میں کیا فرق؟ اور ذی ارادہ  
اور غیر ذی ارادہ میں کیا امتیاز؟

انسان کی پوری ہستی اگر کائنات کے صفحہ سے مٹ جائے تو بھی آفتاب اسی طرح چمکتا رہے گا، سمندر  
اسی طرح ابے رہے گا، ہوائیں اسی طرح چلتی رہیں گی، پانی اسی طرح برساتا رہے گا، سبزے اسی طرح اگے رہیں گی  
اور درخت اسی طرح پھلتے رہیں گے، لیکن اگر درخت نہ اگیں تو انسان کی ہستی معرض خطر میں پڑ جائے  
سبزیاں نہ اگیں تو انسان بھوکا مر جائے اگر پانی نہ برے تو انسان پیاسا تڑپ جائے، اگر ہوا نہ ہو تو انسان  
گھٹ کر مر جائے، اگر زمین نہ ہو تو انسان کو کھڑے ہونے کی جگہ نہ ملے، اگر آفتاب نہ چمکے تو انسان کی ہستی  
کا چراغ فوراً بجھ جائے، سمندر نہ ہو تو نہ پانی برے نہ سبزیاں اگیں، نہ انسانی غذا میسر آئے، نہ پانی برسرِ کمر  
زمین کو خشک ہونا نصیب ہو، الغرض دنیا کی کوئی اہم ہستی اپنے وجود کے لیے انسان کی محتاج نہیں، لیکن  
انسان اپنے وجود کے لیے کارخانہ ہستی کے ایک ایک پرزہ کا محتاج ہے، تو پھر کیا یہ نتیجہ صحیح نہیں کہ اس  
کارخانہ کے ہر پرزہ کی غرض و غایت انسان کا وجود اور اسکی بقا ہے، لیکن خود انسان کے وجود کی غرض  
کوئی دوسری ہے جو دیگر موجودات کے وجود کی غرض سے زیادہ اہم ہے،

قرآن پاک دوسرے موجودات و مخلوقات کی نسبت تو یہ کہتا ہے،  
ہا الذی خلق لکم مافی الارض  
اسی نے تمہارے لیے (اے انسانو!) وہ سب پیدا کیا  
جو زمین میں ہے،

جمیعاً (تبعاً)



وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون

وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون اور میں نے جن وانس کو اس لیے پیدا کیا کہ وہ میری امت اور

کسی کی اطاعت اس وقت تک ممکن نہیں جب تک اس کے احکام اور اوامر سے ہم کو واقفیت نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کے وہ اوامر اور احکام صرف انسانی جبلت و فطرت سے دریافت نہیں ہو سکتے، اور نہ جس طرح نوعی خصوصیتیں جیسے ہنسنا، رونا، چلنا، پھرنا، کھانا، پینا، سونا، جاگنا وغیرہ، وحشی و تمدن تمام انسانوں میں یکساں پائی ہوئیں اس طرح ربانی احکام و اوامر بھی افریقی ہو کر عربی ہو کر عجمی، تمدن ہو کر غیر تمدن سب میں یکساں پائے جاتے ہیں، تعلیم کی محتاج نہ ہوتے، انبیاء اور رسول وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ان احکام اور اوامر کو لیکر آتے ہیں اور اللہ ارادہ بندوں کو ان سے آگاہ و باخبر کرتے ہیں،

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ کائنات کے صحیفہ کا تدریجی مطالعہ کرو تو معلوم ہوگا کہ جمادات، نباتات  
حیوانات اور انسان میں جس صنف مخلوقات میں احساس ارادہ اور اختیار کی جتنی کمی ہے اسی قدر فطرت  
اس کی دایہ گری کی خدمات زیادہ انجام دیتی ہے، اور جس حد تک احساس ارادہ اور اختیار کا دائرہ احسان  
ہستی میں بڑھتا جاتا ہے، اسی قدر معلم فطرت اپنے فرائض سے کنارہ کش ہوتا جاتا ہے، اور وہ صنف کائنات اپنی  
ذمہ داری آپ قبول کرتی جاتی ہے، جمادات اپنے نشوونما کے لیے بیرونی غذا کے محتاج نہیں، نباتات  
جنہیں ان اوصاف کی ہستی صرف اپنی آنکھیں کھولتی ہے، اس کی غذا خود اس کے پاؤں کے نیچے ہوتی ہے  
اور وہ خود اڑ کر اور چل کر ان تک پہنچ جاتی ہے، حیوانات جنہیں یہ اوصاف جاگ کر کروٹیں بدلتے ہیں  
ان کی غذا بے جوتے بوسے، بے چنے نکھارے، بن پکے پکڑے ہر قدم پر ہر وقت تیار ملتی ہے، لیکن انسان  
جس میں یہ تینوں اوصاف بیکھر حکمران اور کارفرما ہوتے ہیں، اس کے منہ تک غذا کا ایک دانہ بھی اس وقت  
تک نہیں پہنچ سکتا جب تک اس کی جدوجہد، محنت، اور جانفشانی کے پسینہ کا گرم قطرہ پیشانی سے چلکر  
اس کے پاؤں تک نہیں پہنچتا،

جہاں احساس ارادہ اور اختیار جیسے جیسے کم ہے اسی قدر طبیعت افطرت اور جبلت کی مضطرب

حکومت ہے، لیکن جیسے جیسے ان تینوں اوصاف کی ترقی و تکمیل ہوتی جاتی ہے، طبیعت، فطرت اور جبلت کی حکومت کا دائرہ کم ہو کر احساس ارادہ اور اختیار کی شہنشاہی قائم ہوتی جاتی ہے، اور حرکات و اعمال کی باگ فطرت و جبلت کے مضبوط اور نامکمل تغیر ہاتھوں سے نکل کر اختیار و ارادہ کے کمزور اور بہرآن بدل جانے والے ہاتھوں میں آجاتی ہے، جمادات ہمیشہ وہی کرینگے جو ان کو کرنا چاہیے، نباتات عموماً وہی بنینگے جو ان کو بننا چاہیے، حیوانات وہی کام انجام دینگے، جو ان کو کھد یا گیا ہے، لیکن انسان کسی قدر اختیار اور ارادہ پا کر اکثر اپنی راہ سے ہٹ جاتا ہے اور حدود اعتدال سے قدم باہر نکال دیتا ہے، اور اپنے اس اختیار اور ارادہ کی ذمہ داری کی امانت کو بھول جاتا ہے، انبیاء اور رسولؐ وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان ذمی ارادہ اور با اختیار مخلوقات کو انکی اس ذمہ داری کے فرائض سمجھانے کے لیے آتے ہیں،

اس اختیار اور ارادہ کے خزانہ کا نام مذاہب کی زبان میں دل ہے جو انسان کے سر سے لیکر پاؤں تک کی رگ رگ اور ریشہ ریشہ کی ایک ایک ارادی خیش و حرکت پر حکمران ہو اور اسی کے حکم سے اس جسم کے اندرونی عالم میں سب کچھ ہوتا اور سر انجام پاتا ہے، انبیاء اسی دل کے نظام کو درست کرنے کے لیے آتے ہیں۔

انسان کو اپنے وجود، بقا، ترقی اور تکمیل کی ہر منزل میں قدم قدم پر ہزاروں چیزوں کی احتیاج ہوتی ہے۔ ان چیزوں کے مہیا اور تیار کرنے کے لیے ہر انسان میں استعداد و قوت الگ الگ ہوتی ہے اور یہ استعداد و قوت فیاض قدرت کی طرف سے پیدائش بلکہ پیدائش سے پہلے ہی آب و گل کے عالم میں اس میں ودیعت رکھی جاتی ہے، یہی سبب ہے کہ ہر انسان میں جس قسم کا میلان ہوتا ہے اسی کی استعداد اس میں پائی جاتی ہے، کاشتکاری کے اصول ازالہ مرض کی تدبیریں، کھانے پکانے کے طریقے سواری کے ضروریات رہنے سہنے کے سامان پہننے کے کپڑے، لڑنے کے آلات ان میں سے ہر شے کی ضرورت ہے لیکن ان کے ماسوا، انسان کے اجتماع، تمدن اور معاشرت کے ضروری اصول ہیں۔ جبکہ بغیر آدم کے بیٹوں کی جنت و دوزخ ہو جاسکتی ہے، اور جن کے بغیر اثرات المخلوقات کی یہ جماعت جانوروں کا گلدہ اور درندوں کا بھنڈ بچا سکتا ہے،



انسانوں کے وہ تمام کارکن طبقے ایک کاشتکار اور لوہار سے دیگر فلکیات کے ایک عالم اور کیمسٹری کے ایک ماہر تک  
نوع انسانی کی خدمت اور ترقی و تکمیل کے لیے سب ضروری ہیں، لیکن ان کارکنوں کے کاموں کی حیثیت، اہمیت  
اور قدر و قیمت کے مطابق ان کی ضرورت اور بزرگی کا درجہ تم متعین کرتے ہو، ایک کاشتکار ایک لوہار ایک سونا  
ایک جولاہے، ایک سپاہی، ایک حاکم، ایک قاضی، ایک بادشاہ، ایک طبیب، ایک ماہر فن اور ایک عالم کے درجے  
یقیناً تم درجہ اور رتبہ قائم کرتے ہو، اور اس کے قائم کرنے میں حق بجانب ہو،  
کاشتکار تمہارے لیے غلہ پیدا کرتا ہے، لوہار تمہارے اوزار بناتا ہے، سونا تمہارے لیے زیور گھڑتا ہے،  
جولاہا تمہارے کپڑے بناتا ہے، سپاہی تمہاری حفاظت کرتا ہے، حاکم تمہاری نگہبانی کرتا ہے، قاضی تمہارے آپس  
کے جھگڑے چکاتا ہے، بادشاہ تمہارے ملک کے اندر امن و امان کا ضامن ہے، طبیب تمہاری جسمانی بیماریوں کا علاج  
ہے، ایک ماہر فن اپنی صنایعوں سے تمہاری ضرورتوں کے لیے نئے نئے تماشے بناتا ہے، اور ایک عالم تمہارے لیے  
کائنات کے چہرہ سے اسرار کا پردہ ہٹا کر تم کو ہر چیز سے باخبر کرتا ہے، لیکن غور کرو — کہ وہ مرکز جو تمہارے  
تمام اعمال و افعال اور ہر قسم کے حرکات و سکنات اور ہر طرح کی جدوجہد کا مرکز ہے، اور جس کا نام تمہاری زبان میں  
دل ہے، کیا کوئی طبقہ اس کی نشو و نما، حفاظت، ترقی و تکمیل اور اصلاح کیلئے بھی کام کر رہا ہے، اور اگر نہیں کرتا تو  
کی خالق فطرت کا یہ فرض نہ تھا کہ وہ اس کا سامان بھی کرتا، اور ایسا سمجھنا کہ اس نے اس کی ترقی و تکمیل و اصلاح کی  
خدمت، نوع انسانی کے کسی کارکن طبقہ سے متعلق نہیں کی ہے، کیا اسکی شان ربوبیت کے ساتھ سوچنے والے  
بہرہ و کون میں جو تمہاری روٹی، تمہارے کپڑے، تمہارے جھوپڑے، تمہارے سامان اور اوزار کے  
خدمات نہیں بجالاتے، مگر وہ ان سب کو جو تمہارے لیے روٹی تیار کرتے ہیں، کپڑے بناتے ہیں، جھوپڑے بناتے  
ہیں، اور سامان اور اوزار درست کرتے ہیں، اور دیگر تمام طبقات انسانی کو باہم جوڑتے اور ملاتے، اور ان  
دلوں کے عالم میں اصلاح و ترقی اور امن و امان پیدا کرتے ہیں، ان کے دلوں سے نبض و کینہ کو نکال کر  
اخوت و محبت کا نور بھرتے ہیں، ان کے احساس ارادہ اور اختیار کی باگت ان کے دل کو قابو حاصل کرنے کی

تدبیر بتاتے ہیں اور ان کو حد اعتدال سے باہر پاؤں نہیں نکالنے دیتے، کیا یہ کام تمہارے کاشتکار کرتے ہیں  
لوہار کرتے ہیں، سونا رکرتے ہیں، طبیب کرتے ہیں، قاضی کرتے ہیں، بادشاہ کرتے ہیں، فلکی کرتے ہیں، کیمیا دان  
کرتے ہیں، نہیں ان میں سے کوئی یہ کام نہیں کرتا، اور نہ کر سکتا ہے،  
یہ کام جس انسانی طبقہ سے متعلق ہے ہم اس کو بنی، رسول، اور پیغمبر کہتے ہیں، ان کو براہ راست جسم و  
جسمانیات سے تعلق نہیں، ان کو صرف دل اور قلب و روح کے عالم سے سروکار ہوتا ہے، مگر اس دل اور  
قلب و روح کی درستی کے لیے جسم و جسمانیات کی کسی قدر درستی بھی اس حد تک ان کے فرائض میں ہے، جہاں  
تک ان کو دل اور قلب و روح کے کاموں کی درستی اور اصلاح کے لیے ضروری معلوم ہوتا ہے،  
اس مقام پر ایک شبہ ہے اور اس کا جواب بھی ہے، شبہ یہ ہوتا ہے کہ افراد انسان کے درمیان امن  
و امان اور اطمینان پیدا کرنے کا کام تو بادشاہ بھی کرتے ہیں، اخلاق کا ایک معلم بھی کرتا ہے، ایک فلسفی اور  
اجتماعیات کا ایک حکیم بھی کرتا ہے، مگر ان کے کاموں کے درمیان جو عظیم الشان فرق ہے، اس کو سمجھ لینا ہی  
اس شبہ کا ازالہ ہے، علمی اصطلاح میں یون سمجھو کہ مختلف فنون کے ماہر ایک ہی موضوع پر مختلف حیثیتوں  
سے نظر ڈالتے ہیں، اور اسی اختلاف نظر سے ان کا فن بھی علیحدہ علیحدہ ہو جاتا ہے، کسی جسم کے اجزائے ترکیبی  
سے اگر بحث کی جائے تو کیمسٹری ہے، اگر اس کی زندگی اور اسباب زندگی سے غور کیا جائے تو بیالوجی (علم  
الہیات) ہے، اگر اس کے دماغی قوی اور ان کے آثار کی تحقیق کی جائے تو سائیکالوجی (علم النفس) ہے،  
اگر اس کے جذبات اور جذبات کے مطابق اس کے شخصی افعال و اعمال کے حدود کے اسباب و علل اور  
غرض و غایت پر فکر کرو، تو یہ ایتھکس (فلسفہ اخلاق) ہے، اگر اس کے جماعتی خصائص اور لوازم کی تفتیش کی جائے  
تو یہ سوشیالوجی (علم اجتماع) معاشرت) ہے، اگر جسم کی صحت و مرض کے اسباب کی جستجو کی جائے تو یہ طب  
دیکھو کہ ایک ہی جسم یا متعلق جسم پر کتنی حیثیتوں سے بحثیں کی گئی ہیں، اور ان سے کتنے مختلف علوم پیدا ہوئے  
ہیں، تاہم وہ سب کے سب جسم اور جسمانی ہی سے تعلق رکھتے ہیں اور بالآخر ان میں سے ہر ایک علم



دفن علیحدہ اور ہر ایک علم و فن کے جاننے والے علیحدہ ہیں،

اسی طرح ایک نبی اور ایک رسول کا کام بھی بادشاہوں، فلاسفوں اور حکیموں کی طرح انسانوں ہی کی اصلاح ہے۔ مگر ان میں سے کسی ایک کا کام بھی دوسرے سے ملتا جلتا نہیں ہے، بادشاہ صرف اس کا ذمہ دار ہے کہ وہ اپنے زور و قوت سے بازاروں، اگلیوں، آبادیوں اور میدانوں میں امن و امان اور انسانوں کو قائم رکھے، فلاسفہ انسانوں کے تمام اعمال و خیالات کے اسباب و علل کی تفتیش اور ان میں نظم و تسلسل اور علت و معلول کا ربط پیدا کرنے کا فیصل ہے، فلسفہ اخلاق کے معلم تمھارے اخلاق و عادات کے اسباب و علل تم کو بتاتے اور ناقابل فہم جذبات کی تشریح کرتے ہیں، اس سے آگے ان کا کوئی کام نہیں، حکیم اور واعظ تمھارے اعمال و اخلاق کی درستی کے لیے نہایت میٹھے، پیارے اور عمدہ لفظوں میں ڈھلے ہوئے فقرے سناتے ہیں، مگر ان میں سے کوئی نہیں جو تمھارے دلوں کے امراض کا معالج ہو، تمھارے احساس ارادہ اور اختیار کے قدم کو غلط روی سے روک سکے، وہ نہ صرف تمھارے اخلاق و عادات اور جذبات کے اسباب و علل بتائے بلکہ تمھارے اخلاق و عادات اور جذبات میں خیر و شر کی تمیز کرے، اور خیر کے حصول اور شر سے حفاظت کی تدبیر بتائے، بلکہ اس کے ہاتھ اور زبان میں یہ قوت ہو کہ اپنی تعلیم و یقین و فیض صحبت سے تمھارے اخلاق و عادات و جذبات بلکہ احساس ارادہ اور اختیار کی غرض و غایت، بلکہ پورے دل کی قوتوں میں انقلاب پیدا کرے، اور شر کے تخم کو دونوں کی سرزمین سے نکال کر خیر کا برگ و بار پیدا کر دے، نبی یہ تمام کام سرانجام دیتا ہے اور صرف ایک نقطہ نظر سے سرانجام دیتا ہے یعنی خدا کیلئے اور خدا کی اطاعت کے لیے، وہ انسان کو اس کے احساس ارادہ اور اختیار کی بھولی ہوئی ذمہ داری یاد دلاتا ہے، اور ان قوتوں کے مرکز یعنی دل کے پند و ملامت کو خدا کے حکم سے درست کر دیتا ہے،

وہ بادشاہوں کی طرح صرف بازاروں، مجھوں اور آبادیوں کا امن و امان نہیں چاہتا بلکہ وہ لوگوں کے دلوں کے اندر کا امن و امان چاہتا ہے، وہ معلمین اخلاق کی طرح اسباب و علل کی تلاش و تشریح کی پروا نہیں کرتا بلکہ اخلاق پیدا خواہ کسی سبب سے ہوں وہ ان کی بجلی کی بجلی ہے، اور اخلاق حسنہ خواہ وہ کسی علت کے معلول ہوں وہ انکو

انسانوں کے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے، وہ انسان کے بند و اوبام کو توڑتا ہے، اور غلط رسوم و رواج کی بندشوں کو کھوتا ہے، اور انسانوں کو انسان کی غلامی سے آزاد کر کے صرف خدا کی غلامی میں دیتا ہے،

یاسرہم بالمعروف وینہضهم عن المنکر ویحملہم الطیبات ویحترم علیہم الخبیثات ویضع عنہم اصہم واکمل اللہ لکم فی انفسکم ما کان علیکم منہم واکمل لکم فی انفسکم ما کان علیکم منہم (۱۹)

اور زنجیروں کو جو ان پر ہوتی ہیں ان سے اتارتا ہے، ایسے رسول بھیجے جو نیکوں کو خوشخبری دیں اور بدکاروں کو ہشیا کر دے تاکہ رسولوں کے اس وعظ و تذکر کے بعد پھر انسانوں کو خدا پر الزام نہ لگے مومن نہ لے (کہ ہم بھولے تھے تو خدا نے ہم کو یاد دلایا) لقد ارسلنا رسلنا بالبینات وامنزلنا معہم الکتاب والمیزان لیقوہ الناس بالقسط (حدید - ۳)

نوع انسانی کے دوسرے تمام خدام اور کارکن اپنے فرائض کو جن اغراض سے انجام دیتے ہیں ان کا دائرہ موجود زندگی کی بھلائی اور برائی سے آگے نہیں بڑھتا، مگر انبیاء اور رسول نوع انسانی کی خدمت کے یہ کام بھی اس کی موجود زندگی کی بھلائی اور برائی کو اس لحاظ سے سامنے رکھ کر کرتے ہیں کہ ان کا اثر اس کی دوبارہ کی دائمی و پائیدار زندگی پر کیا پڑے گا، وہ جسم کی خدمت جسم کے لیے نہیں بلکہ جسم کی خدمت روح کے لیے کرتے ہیں اور مخلوق کی خدمت خالق کے منشا مطابق بجالاتے ہیں وہ صرف ایک مخلوق کو دوسرے مخلوق ہی سے نہیں بلکہ مخلوق کو خالق سے اور خالق ہی کے لیے ایک مخلوق کو دوسرے مخلوق سے جوڑتے ہیں،

وہ صرف اچھی اچھی اور میٹھی میٹھی باتیں لوگوں کو نہیں سناتے بلکہ خود بہتر سے بہتر عمل کرتے ہیں اور دوسروں کو عامل بناتے ہیں وہ خیال آراشاعروں اور جھوٹے حکیموں کی طرح نہیں ہوتے، جو کہتے ہیں اور کرتے نہیں، دماغ



ہوتے ہیں مگر دل نہیں زبان ہوتے ہیں مگر ہاتھ نہیں،

اور شاعروں کے پیر کا رگم کر ڈراہ ہو میں دیکھتا نہیں کہ دوسرے میں سرکار  
پھرتے ہیں اور یہ کہ وہ کہتے ہیں جو کرتے نہیں،

وہ اس دعویٰ کی گواہی انسانوں میں آئے ہیں کہ ان کے خالق نے جسے ان کے ذرہ ذرہ کا سامانِ راحت فراہم کیا ہے اس نے ان کے قلب و روح کا سامانِ احتیاج بھی فراہم ہی کیا ہے اور مجھ سے بھیجا ہے کہ میں ان کے قلب و روح کیلئے یہ سامان فراہم کروں اور ان کے کامیاب نام ان کو سناؤں اور بتاؤں کہ وہ کیا چاہتا ہے کہ اس کے بند اپنی احساس اپنی ارادہ اور اپنی اختیار کو کس طرح اس عالم میں صبر کریں کہ پریشانی و بے اطمینانی کی تاریکی سے نکل کر سکونِ اطمینان اور امنِ سعادت کی روشنی میں داخل ہوں،

هو الذی ينزل علی عبدہ آیت بَیِّنَاتٍ لِّخُرْجِکُمْ  
من الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ وَانَ اللّٰهُ لَرَّوْفٌ

وہی خدا ہے جو اپنے رسولؐ (بندے پر کھلی آیتیں اتارتا ہے تاکہ تم کو  
راے انسانوں) وہ تاریکی سے نکال کر روشنی میں لاسے (اور  
اللہ نے ایسا اسلئے کیا کہ وہ تم پر شفقت کرنے والا مہربان ہو

سرحیم (حدید - ۱)

وہ بھی ایک بادشاہ کی طرح جماعتوں کا انتظام کرتے ہیں مگر ملک کے خراج، اور زمین آبادی کے لیے نہیں بلکہ خدا کے لیے وہ بھی جان و مال کی حفاظت کے لیے مقنن کی طرح قانون بناتے ہیں اور قاضی کی طرح سزاؤ جزا کا حکم سناتے ہیں مگر انعام شاہی اور تنخواہ ماہانہ یا کسی دنیاوی بادشاہ کے فرمان کی تعمیل کے لیے نہیں بلکہ جسم و جان کے شہنشاہ اور کائنات کے مالک کے فرمان کی تعمیل میں وہ بھی فلاسفر کی طرح رموز و اسرار کا پردہ فاش کرتے ہیں مگر تجربہ استغراء اور قیاس سے نہیں بلکہ عالم الاسرار کے مبدع علم سے فیض پا کر وہ بھی حکیم و واعظ کی طرح پر تاثیر کلام بولتے ہیں، مگر ان کے مانند اپنے دل سے جوڑ کر نہیں بلکہ خدا سے سنکر اور وہ صرف کہتے نہیں بلکہ جو کہتے ہیں وہ کرتے ہیں اور جو کرتے ہیں وہ دوسروں سے کراتے ہیں، الغرض وہ خدا سے ہیں، خدا سے پائین اور اسی سے سنتے ہیں، اور جو اس سے سنتے ہیں وہی اور وہ کو سناتے ہیں بغرض اوپر آسمان سے ان کو جو کچھ ملتا ہے، وہی وہ نیچے زمین پر سب کو بانٹتے ہیں،

والنجم اذا هوى، ما ضل صاحبكم وما غوى

وما ينطق عن الهوى، ان هو الا وحى يوحى،

عليه شديد القوي، ذومرّة فاستوى

وهو بالافق الاعلى، . . . . .

فاوحى الى عبداه ما اوحى، ما كذب

لفواد ماری، افتخروند علی

مایری . . . . .

ما زاد البصر وما طغى له لقد رأيته

عن أئمة ربه الكسرى ، (روا بنهم)

قَالَ إِنَّمَا اتَّبَعْتُ مَا لَوْ حَيُّ إِلَى مِنَ رَبِّي

وہاں سے آکر

ما ابقا من راسه وهدى

جمہ لغو مریق مسونہ (اعراف، ۲۴)

انه لتنزيل رب العالمين نزل به

روح الامین۔ علی قلبک لتکون

المستدركين هـ بلسان عمر بن مبین،

(شعراء ۱۱)

---

رقعات عالمگیر

رقعات جلد اول

مقدمه  
للمنه

”منہج“



## فرمانروایان عرب

(۴)

بحرین  
شیخ حمد

از مولوی شاہ معین الدین صاحب ندوی رفیق واراضین

بحرین بحرین خلیج فارس کا مستطیل جزیرہ ہے اور مشرق و مغرب میں بحر اور بدیع دو چھوٹے چھوٹے جزیرے اس کے متعلق ہیں اس کا رقبہ ساڑھے چار سو مربع میل ہے اور آبادی دو لاکھ مذہب کے اعتبار سے یہ آبادی مسلمان، ہندو، یہود اور عیسائی پر مشتمل ہے اسلامی آبادی میں شیعہ اور سنیوں کے تمام ہیں شیوخ آل خلیفہ یہاں کے حکمران ہیں گو یہ جزیرہ رقبہ کے لحاظ سے چھوٹا ہے مگر اپنی تاریخی اہمیت و موتیوں کے بخرن ہونے کی وجہ سے اسکو بڑی اہمیت حاصل ہے،

خلیج عجم کی عظمت خلیج عجم کو زمانہ قبل تاریخ بہت اہمیت حاصل ہے بعض مورخین کا خیال ہے کہ یہی زمین تہذیب و تمدن کا سب سے پہلا گوارہ تھی اور خلیج عجم ہی کے باشندوں نے سب سے پہلے دنیا میں جہاز رانی کی ڈالی تھی بعضوں کا یہاں تک دعویٰ ہے کہ فنیقی بھی عرب ہی کے باشندے تھے اور لندن نہایت مسند حوالوں سے لکھتا ہے کہ سب سے قدیم انیشائی سلطنت خلیج عجم ہی کے دہانہ پر قائم ہوئی تھی اور بہت سے علمائے اثرین کا خیال ہے کہ دجلہ اور فرات وہ مقام ہے جہاں سے آدم اور حوا کی اولاد پھیلی بعض نظریوں سے اس خیال کی تائید ہوتی ہے کہ فنیقی مشرقی سامی قبائل سے تعلق رکھتے تھے اور سب سے پہلے بحر پر مامی تھے اور خلیج فارس یا اس کا قرب دجواران کا مولد و منشا تھا ان کے ابتدائی سفر ہندو شام اور مصر تک محدود تھے اس کے بعد یہ لوگ سواحل شام اور بحر روم کے راستے سے قادش اور بلا

پہنچے اس طریقہ سے انھوں نے مشرق اور مغرب اقصیٰ کے درمیان تجارتی سلسلہ قائم کیا،

بحرین کے آثار قدیمہ بحرین کے آثار قدیمہ بھی اسکی تاریخی عظمت کے شاہد ہیں اس سے کچھ فاصلہ پر ایک عظیم الشان شہر خموشان آباد ہے اور جنگل کی جھاڑیاں ہزاروں قبروں کو اپنے دامن میں چھپاے ہوئے ہیں یہ قبریں اتنی قدیم ہیں کہ تاریخ ان پر روشنی نہیں ڈال سکتی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس شہر خموشان کے سونے والے ایسے زمانہ میں دنیا میں آئے اور گئے کہ انسان نے نوشت و خواند کے لیے قلم و دباوات بھی ایجاد نہ کی تھی اس قبرستان میں متعدد قدیم مقبرے ہیں ان کے علاوہ ایک عام گورغریبان ہے جس میں تقریباً ۶ ہزار قبریں ہیں یہ مشرق کا سب سے بڑا قبرستان ہے اور عجیب نہیں کہ سب سے قدیم بھی ہو،

سخت حیرت ہے کہ اس قبرستان کی تاریخی اہمیت کے باوجود اب تک علمائے اثریات نے اسکی طرف توجہ نہیں کی اس کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ قبرستان سیاحوں کے عام اور مالوف راستہ سے بالکل الگ ہے اس لیے عام طور پر لوگ اس سے ناواقف ہیں ۱۸۴۹ء میں ایک انگریز سیاح ڈوروان یہاں آیا تھا اس نے ایک مدفن کا انکشاف کیا تھا اس میں اس نے انسانی ہڈیوں کے علاوہ گھوڑوں کی ہڈیاں کچھ برتنوں کے ٹکڑے ہاتھی دانت کے ظروف اور بعض پھٹے پرانے پردے پائے تھے لیکن سیاح مذکورہ نہیں لکھتا کہ اس نے کوئی کتبہ یا کھدی ہوئی تصویریں بھی پائی تھیں یا نہیں اس کے بعد ۱۸۸۹ء میں دوسرا سیاح تھیوڈور نٹ آیا اس نے مزید تلاش و جستجو سے بعض صنعتی آثار پائے جس میں سے اس نے کچھ برتنیں میوزیم کی نذر کیے ان کے متعلق آثار قدیمہ کی انجمن نے یہ فیصلہ کیا کہ یہ فنیقی ہیں اس فیصلہ سے رو کے نظریہ کی تائید ہوئی ہے اور ضمناً یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ قبریں بہت قدیم ہیں کیونکہ فنیقیوں نے اس جزیرہ سے پانچ ہزار سال قبل ہجرت کی تھی اس کی قدامت کا دوسرا ثبوت یہ ہے کہ اس کی اہمیت کے باوجود یہاں کوئی کتبہ یا رمزیہ نشانات کی تصاویر نہیں ملتی،

ایک نظریہ بحرین کے فنیقیوں کے موطن ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ ایک مقدونی فوجی



افسر جے سکندر نے ہندوستان کا راستہ تلاش کرنے کے لئے بھیجا تھا لکھتا ہے کہ اسے خلیج کے مغربی ساحل پر ایک قلعہ تھا جس کا نام نیرین تھا، غالباً نیرین عرب کلمہ ہے اور ادرین ہے۔  
 باتیں اس بات کی تاریخی اور اثری دلیلیں ہیں کہ فنیقیوں نے خلیج عجم بلکہ مشرقی عرب سے بحر متوسط کی جانب سفر کیا تھا، اس لئے یہ ماننا پڑے گا کہ فنیقی عربوں کی طرح عربی نسل تھے اور سامی تھے یا عرب خاندان کی نسل سے ہیں۔  
 بہر حال اگر ولسن کا خیال صحیح ہے تو یہ ماننا پڑے گا کہ فنیقی عربی نسل ہیں اور اگر اسکندر کے فوجی افسر کی رائے کو تسلیم کیا جائے تو یہ ماننا پڑے گا کہ عرب فنیقی اہل بن غرض دونوں صورتوں میں ہی نتیجہ نکلتا ہے کہ فنیقیوں کا مولد و منش خلیج عجم کے جزائر اور سواحل عرب تھے۔

پرتگالیوں کا قبضہ | ابتداء تاریخ اسلام سے لیکر تازیوں کے ہنگامہ تک بحری مختلف اسلامی سلطنتوں اور امراء عرب کے ماتحت رہا، آخرین تیمور لنگ کا قبضہ ہوا، پھر جب یورپ کے جہاز یوں کا زمانہ آیا تو اس عہد کے مشہور پرتگالی جہازی واسکو ڈی گاما نے خلیج عجم کا پتہ چلایا اور اس کے دوسرے ہم قوم الفارنکو البوکرک نے مسقط میں اپنی حکومت قائم کر کے تنگناے ہریر پر قبضہ کر لیا اور ہندوستان پہنچنے کے لئے خلیج عجم کے سواحل اور بندرگاہوں کی تلاش شروع کی اس طرح بحری پرتگالی قابض ہو گئے، خلیج عجم شروع سے آج تک مشرق اور مغرب کی کئی رہا ہے، ہندوستان میں کوئی ایسی طاقت اس وقت تک اطمینان سے حکومت نہیں کر سکتی جب تک یہ کئی اس کے قبضہ میں نہ ہو، ہندوستان کی تجارت کا سہل ترین راستہ یہی ہے کیونکہ بحر ہند کی نسبت اس میں خطرات بہت کم ہیں، اس میں اس کے جیسے ہوا کے تیز و تند طوفان نہیں آتے پھر خلیج عجم ایک محفوظ قلعہ ہے اور تنگناے ہریر اس کی کئی ہے۔

ایرانیوں کا تسلط | لیکن پرتگالیوں کی حکومت یہاں چالیس سال سے زیادہ قائم نہ رہ سکی، اس کا سبب یہ ہوا کہ انھوں نے ہندوستان کے مسلمانوں پر ناروا زیادتیاں شروع کر دیں، اور بحریں کے شیعہ امراء سے بھی کچھ اختلافات پیدا ہو گئے، چنانچہ گجرات کے بادشاہ نے عثمانیوں سے ان کے ظلم و زیادتی کی شکایت کو

وطلب کی سلطان سلیمان قانونی نے ایک جنگی جہاز بھیجا اس نے ان کو ہندوستان سے نکالا، ہندوستان سے پرتگالیوں کے اخراج میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے مصالح کے لئے انگریزوں کی مدد بھی شامل تھی ترکی بیڑا پرتگالیوں کو ہندوستان سے نکالنے کے بعد مسقط اور بحرین گیا، ابھی اوپر گزر چکا ہے، کہ بحریں کے شیعہ امراء اور پرتگالیوں میں اختلافات پیدا ہو گئے تھے، یہ ایران کے بادشاہ شاہ عباس صفوی اول کا زمانہ تھا، شیعہ امراء نے ہم مذہبی کی بنا پر پرتگالیوں کے خلاف ان سے مدد مانگی، چنانچہ شاہ عباس نے انھیں پرتگالیوں کے قبضہ سے چھڑایا، لیکن چھڑانے کے بعد اپنی شاہانہ حمایت کا جال بچھا دیا، اور بحریں کی حیثیت دولت ایران کے ماتحت حکومت کی ہو گئی، اس وقت سے برابر ایرانی حکومت بحریں کے عرب امراء کا قہر کرتی رہی، تا آنکہ شیخ احمد فاتح آل خلیفہ نے ایران کے آخری عامل شیخ نصر کو نکال کے آزاد حکومت قائم کی۔

آل خلیفہ کا قبضہ | بحریں کے بالمقابل ساحل پر زبارہ میں عربوں کی ایک بڑی آبادی تھی، یہاں بنی عتبہ آباد تھے اس قبیلہ کی سب سے بڑی شاخ آل خلیفہ تھے، یہ لوگ نجد میں رہتے تھے، ان کے مورث اعلیٰ شیخ خلیفہ گیارہویں صدی ہجری کے اواخر میں کویت چلے آئے، شیخ خلیفہ کی وفات کے بعد ادن کے ٹرکے شیخ محمد اپنے وطن زبارہ واپس گئے، یہ نہایت متقی، پاکباز اور صاحب فہم تھے، اس لئے زبارہ والوں نے ان کو اپنا امیر بنالیا، ان کے بعد ان کے لڑکے شیخ خلیفہ ثانی ان کے قائم مقام ہوئے مگر ان میں باپ کے جیسے اوصاف نہ تھے، یہ ۱۱۹۷ھ میں حج کے لئے مکہ گئے اور یہیں وفات پا گئے، ان کے بعد ان کے بھائی شیخ احمد نے ان کی جگہ لی، آل خلیفہ موتیوں کی تجارت کے سلسلہ میں اکثر بحریں آیا جابا کرتے تھے، اور بحریں کا غالب عنصر شیعہ ہے یہ سب سنیوں سے عناد رکھتے ہیں، اتفاق سے ایک مرتبہ دونوں میں کچھ اختلاف پیدا ہوا اور آل خلیفہ کے ایک خادم کو شیعوں نے مار ڈالا، اس کے انتقام میں زبارہ والوں نے بحریں پر حملہ کر دیا، بحریں کے عامل شیخ نصر نے مدافعت کی لیکن زبارہ والوں نے نہایت فاش شکست دی اور شیخ نصر کو



بھاگ گیا۔ اور بحرین کی فوجیں بھی لیتا گیا اب بحرین کا میدان بالکل صاف تھا چنانچہ سترہ سو سالین شیخ احمد اس قبضہ کر کے آل خلیفہ کی آزاد حکومت قائم کر دی۔

**سلطان مسقط کا تسلط** بحرین پر قبضہ کرنے کے بعد شیخ احمد یہاں اپنا حاکم مقرر کر کے اپنے مستقر قطر واپس

ان کے بعد ان کے لڑکے سلیمان ان کے جانشین ہوئے، یہ نہایت کمزور آدمی تھے اسی زمانہ میں امیر عبداللہ

آل سعود کا ظہور ہوا، انکی فتوحات کا دائرہ احسا تک وسیع ہو چکا تھا ان کا سیلاب دیکھ کر زبارة کے عربوں کو

پران کے قبضہ کا خطرہ پیدا ہوا تو انھوں نے سلیمان کو بحرین جانے پر آمادہ کرنا شروع کیا لیکن اس درمیان

میں اس سے بھی بڑا خطرہ پیش آگیا، سید سلطان حاکم مسقط کو بحرین کے نظام میں کچھ خرابی نظر آئی وہ اکی

کے لئے بحری راستہ سے جنگی بیڑا لیکر چلے، لیکن سلیمان نے اپنی کمزوری کی وجہ سے مدافعت کے بجائے اپنا ایک

بھائی رہن میں دیکر ان سے صلح کر لی، اور سلطان اپنی جانب سے اپنے لڑکے سعید کو بحرین کا نگران مقرر کر

مسقط واپس گئے۔

**ابراہیم بن عصفیہ بن نجدی** بنی عتبہ نے اس وقت فیصلہ جازنا قبول کر لیا لیکن کچھ دنوں کے بعد جب شیخ سلیمان

کے بھائی کا مسقط میں انتقال ہو گیا تو انھوں نے سلطان نجد کے ایک فوجی افسر ابراہیم بن عصفیہ کی مدد سے

سید سعید کو بحرین سے نکال دیا لیکن سید سعید کے اخراج کے بعد ابراہیم نے بحرین بنی عتبہ کو واپس دینے کے

بجائے اس پر خود قبضہ کر لیا اور بنی عتبہ کو زبارة واپس کر دیا، اس کے بعد بنی عتبہ کا ایک وفد سلطان

کے پاس اس زیادتی کی شکایت لیکر گیا انھوں نے اس کے جواب میں ان لوگوں کو احترام کے ساتھ قید کر

اس کے بعد آل خلیفہ نے اپنے ناہمال رشتہ دار عبدالرحمن بن راشد آل فضل کے ذریعہ سے ایرانیوں کی امداد

مائل کی اور جنیون نے ملکر ابن عصفیہ کو بحرین سے باہر کیا اور نجدی یہاں سے بھاگ کر قطر پہنچے۔

**آل خلیفہ کی واپسی** امیر ابن سعود کو ابن عصفیہ کے بحرین سے اخراج اور آل فضل کے قبضہ کی خبر ملی تو

انھوں نے ان کے ان رشتہ داروں کے ذریعہ سے جو ابن سعود کی قید میں تھے، بحرین پر دوبارہ قبضہ کر

چاہا اور آل فضل کو دھکی دی کہ تھارے اعزہ ہمارے قبضہ میں ہیں اور تم بحرین پر قبضہ کرنے کی جرات کرتے

ہو، لیکن شیخ سلیمان کے لڑکے شیخ خلیفہ نے جواب دیا کہ بحرین ہم نے اپنے لئے لیا ہے ہمیں اعزہ کی

ضرورت نہیں، ہم ان سے پہلے ہی ہاتھ دھو چکے، نجدی اس جواب سے بہت برہم ہوئے، اور کہلا بھیجا

کہ بحرین کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے مسل ڈالیں گے، آل خلیفہ نے بھی ایسا ہی سخت جواب دیا کہ ہم لوگ درعیہ

کو زبردستی بر کر دیں گے، لیکن ابھی نجدی بحرین کا تختہ الٹنے نہ پاس تھے، کہ ان کے خلاف ابراہیم پاشا مصری کا

طوفان اٹھا اور ان کو بحرین وغیرہ چھوڑ کر اپنا ملک بچانے کی فکر پڑ گئی اور آل خلیفہ کے قیدی بھی چھوڑ دیے اور

یہ لوگ بحرین واپس آ گئے،

**ارجحہ کا حملہ** بحرین کے قریب قطر میں ارجحہ بن جابر نہایت آزاد اور سرکش آدمی تھا اور اس کے قبیلہ پر اس کا

بڑا اثر تھا، یہ کبھی آل خلیفہ کے حلقہ اطاعت میں نہ آیا بلکہ ہمیشہ ان کی امارت پر قبضہ جانشکی فکر میں رہتا تھا، ابراہیم

بن عصفیہ ان بحرین سے شکست کھانے کے بعد اس کے پاس قطر پہنچا اور اس کو آل خلیفہ کے خلاف ابھار کر

شعل کر دیا، آل خلیفہ کو اسکی خبر ملی تو ان کے ہمازوں نے جبر پر هجوم کر دیا، ارجحہ اور ابن عصفیہ نے بھی

جنگی جہاز بڑھائے اور سطح آب پر ایک خونریز جنگ کے بعد ارجحہ کا جہاز ڈوب گیا اور ارجحہ اور ابن عصفیہ

نختہ کے سہارے بچ نکلے،

**سلطان مسقط کا دوسرا حملہ** لیکن اس شکست کے بعد بھی ارجحہ دل شکستہ نہیں ہوا اور پھر ہمت کر کے سلطان

مسقط سے امداد طلب کی، انھوں نے وعدہ کیا اور بحرین کے بعض تاجروں کو جنہیں ان کے سب سے بڑے

دشمن آل فضل بھی تھے گرفتار کر کے قید کر دیا اور بحرین والوں سے خراج اور اطاعت کا مطالبہ کیا، شیخ

سلیمان کے حاکم نے اس کے جواب میں کہلایا کہ ہمیں قیدیوں کی پرواہ نہیں ہے ہم نے ان کے نام پر اپنے

لڑکوں کے نام رکھ لیے ہیں اس جواب پر سلطان مسقط نے جنگی بیڑے کو کوچ کا حکم دیدیا، اور یہ بیڑا

بحرین کے سامنے آکر لنگر انداز ہوا، لیکن تین دن تک بحرین والوں کا ہتہ نہ چلا تو سلطان مسقط نے



ارحمہ سے عداوت لگا کر تھارے عتبہ (بنی عتبہ) مر گئے اس موقع پر عربی عصیت دیکھنے کے لائی ہے  
 ہی سلطان مسقط کو بنی عتبہ کے خلاف لایا تھا لیکن چونکہ خود بھی بنی عتبہ سے تعلق رکھتا تھا اسلئے  
 اس طنز سے بہت تکلیف ہوئی اور چوتھے دن صبح کو جب بنی عتبہ کا نشان لہراتا ہوا نظر آیا تو اس  
 خوشی سے چیخ کر فرہ لگا یا کہ ہمارے عتبہ آگئے اس کے بعد دونوں سرکرہ آہوے اور سلطان مسقط  
 کھاکے واپس گیا اور شکست کی خجالت اور غصہ میں بحرین کے قیدیوں کو قتل کرنا چاہا لیکن اس کی بہن  
 نے شرم دلائی کہ جو شخص تھارے ہاتھوں میں قید اور تھاری پناہ میں ہو اس کا قتل کرنا مردانگی سے دور  
 اگر تم کو بدلہ لینا ہے تو مقابلہ کرو اسکی اس نصیحت پر وہ اپنے ارادہ سے باز آیا اور دوبارہ مقابلہ کے  
 اور اس مرتبہ بحرین والوں نے صلح کر لی اور خراج دیکر اپنے قیدیوں کو چھڑا لیا

ارحمہ کا حمل اور موت انھیں ایام میں شیخ سلیمان کا انتقال ہو گیا اور ان کے بھائی شیخ عبداللہ ان کے جانشین  
 ہوئے ارحمہ اب تک زندہ تھا مگر آنکھوں کی بینائی جواب دے چکی تھی لیکن دل سے انتقام کے جذبات درگزر  
 تھے چنانچہ یہ اس حالت میں بلا کسی معاون اور حلیف کے صرف اپنے چند اہل قبیلہ کو لے کر اپنے مشہور  
 غزوہ شہر بمقابلہ لکھا شیخ عبداللہ بھی اپنا جہاز لشکر لے کر بڑھے اور قطیف کے بندر گاہ پر اس نا بینا بہن  
 گھیر لیا ارحمہ ایک مقام پر بیٹھا ہوا حملہ آور جہاز کے متعلق سوالات پوچھ پوچھ کر جنگ کے متعلق ہدایات  
 تھا اور گویا ہر طرف برس رہی تھیں ایک گولی ارحمہ کے لگی اور کام تمام کر گئی اس کے رٹ کے نے مرد  
 باپ کو گود میں لیا اور بارود کے خزانہ میں آگ دیدی آگ دیتے ہی شعلے بھڑکے اور جہاز جل کر یہ نشین  
 ہو گیا پھر اس کے ایک دوسرے رٹ کے نے انتقام لینا چاہا مگر شیخ عبداللہ نے شکست دی

خانہ جنگی شیخ عبداللہ کی ان کامیابیوں نے اس کے حوصلہ بہت بڑھا دیے چنانچہ یہ نجدی حد و حد تک  
 کی طرف بڑھا اور دارین تاروت لینا ہوا سیہات تک پہنچ گیا تھا کہ خود اس کے گھر میں خانہ جنگی کی آگ  
 بھڑک اٹھی اس کا یہ سبب ہوا کہ شیخ عبداللہ کے دس اولادین تھیں ان میں سے ۲ کی مان آل بنی علی

تھی ان تینوں نے اپنے نا نہال والوں کی مدد سے اپنے باپ کی حکومت پر قبضہ کرنا چاہا شیخ عبداللہ نے شیخ  
 محمد کو ان کے مقابلہ کے لیے بھیجا اس نے حلیہ میں انگوٹھتھی شکست کے بعد تینوں لڑکوں نے مذمت ظاہر کی اور  
 شیخ عبداللہ نے انھیں معاف کر دیا یہ شورش تو فرو ہو گئی لیکن شیخ محمد نے ان کو شکست دینے کے بعد شیخ  
 عبداللہ کے غلاصف آرائی کر دی اور محرق میں اس کو گھیر لیا آخر میں شیخ عبداللہ کے دو بھتیجوں نے اسکو  
 دیکر اس کا زور توڑا

متفقہ حملہ اور شیخ  
 عبداللہ کی موت

شیخ محمد نے شکست کھانے کے بعد اپنے بھائی شیخ علی کو مامور کیا کہ وہ لوگوں کو درپردہ  
 شیخ عبداللہ کے خلاف برا بیچنے کرے چنانچہ یہ پہلے نجد آیا نہیان اس کو ناکامی ہوئی  
 تو آل ابراہیم بن عصفان کے پاس پہنچا یہ لوگ اپنے باپ ابراہیم کی وجہ سے پہلے ہی سے شیخ عبداللہ  
 کے مخالف تھے اور جزیرہ قیس کے باشندوں کو بحرین والوں کے خلاف جنگ پر آمادہ کر رہے تھے  
 اس لیے شیخ علی کی درخواست نہایت خندہ پیشانی سے قبول کر لی شیخ عبداللہ کا دوسرا دشمن بشر بن  
 ارحمہ جو ایک مرتبہ ان سے شکست کھا چکا تھا فائدہ بنا اور شیخ محمد آل خلیفہ آل ابراہیم اور بشر بن ارحمہ تینوں  
 مل کر شیخ عبداللہ پر متفقہ حملہ کر کے رفاع اور منامہ پر قبضہ کر لیا شیخ عبداللہ اس وقت محرق میں تھا یہ  
 یہاں سے منامہ کی طرف بڑھا مگر فاش شکست کھائی اور یہاں سے فارس بھاگ گیا پھر فارس سے  
 کویت آیا لیکن شیوخ کویت نے بھی مدد نہ دی تو نجد ہوتا ہوا مسقط پہنچا اور یہیں پویند خاک ہوا اس  
 افسوس ناک طریقہ پر اسکی ۴۲ سالہ پر شور عہد حکومت کا خاتمہ ہوا

شیخ محمد کا قبضہ شیخ عبداللہ کے بعد شیخ محمد بحرین کا بادشاہ ہوا شیخ محمد کے پہلے آل خلیفہ کھریف دوسرے  
 قبائل تھے لیکن شیخ محمد نے جو بیج بویا تھا اس سے خود آل خلیفہ میں دو فریق ہو گئے آل عبداللہ اور آل  
 سلیمان اور یہی تفریق بحرین میں انگریزوں کے داخلہ کا سبب بنی اس وقت بحرین پر ۳ حکومتوں کی  
 نظریں تھیں عثمانی ایرانی اور انگریز شیخ محمد کو ان تینوں سے نیٹنا تھا شیخ محمد ۱۸۴۲ء میں تخت نشین ہوا



اور سال تک اطمینان کے ساتھ حکومت کرتا رہا، شیخ عبداللہ کی شکست اور اسکی حکومت کے خاتمہ کے بعد اس کے رے کے دام چلے آئے تھے اور شیخ محمد سے اپنے باپ کا بدلہ لینے کی فکر میں تھے اور عیسیٰ بن مرزوق طیف میں بحرین کی حکومت کا خواب دیکھ رہا تھا یہ اپنے حصول مقصد کے لیے آل عبداللہ سے مل گیا یہ سب قطر پہنچے مگر شیخ محمد کے بھائی شیخ علی نے ان سب کو منتشر کر دیا اور عیسیٰ مارا گیا، اس کے بعد آل محمد نے نجدی امیر فیصل بن ترکی کی مدد سے بحرین پر حملہ کیا، اس مرتبہ بھی آل عبداللہ ناکام ہوئے اور شیخ مبارک بن عبداللہ اور بشر بن احمد مارا گیا، تیسری بار پھر انھوں نے حملہ کیا، اس مرتبہ شیخ علی نے اپنے ہمینہ تک ان کا محاصرہ کر کے انکی قوت بالکل توڑ دی اور امیر نجد نے درمیان میں پر کر صلح کر دی اور شیخ محمد نے ان کی گزشتہ خطاؤں کو معاف کر کے بحرین میں رہنے کی اجازت دی اور یہاں ان کا اعزاز و وقار قائم رکھا۔

شیخ قائم کا حجاز نامی آل خلیفہ کے مطیع ہونے کے بعد شیخ محمد کو اطمینان نصیب ہوا ابھی یہ لوگ مطیع ہوئے تھے کہ قطر میں بنادت کے شعلے بڑھ اٹھے اور اہل قطر نے شیخ قائم شیخ قطر کی قیادت میں بنادت کر دی، شیخ محمد نے شیخ علی کو ان کی تادیب پر مامور کیا انھوں نے قطر کے پایہ تخت دوحہ پر قبضہ کر کے باغیوں کی خوب سرکوبی کی، شیخ قائم غصہ کا طالب ہوا شیخ علی نے اس کو قید کر دیا اس سے قطر کے تمام قبائل میں آگ لگ گئی اور یہ قطر کے ذریعہ سے بحرین پر حملہ آور ہو گئے، لیکن جہاں فوج موجود تھی اور داسر میں ایک خوزیر جنگ کے بعد اہل قطر کو شکست ہوئی یہ واقعہ ۱۲۹۷ھ میں ہوا اسی وقت انگریزوں کو بحرین کے معاملات میں دست اندازی کا موقع ملا۔

انگریزوں کی مداخلت | انگریز ہمیشہ ان مقامات پر جو ان کی تجارت کا گزر گاہ ہو ہمیشہ اس دامن کے خواہاں رہے ہیں خلیج عجم ان کی ہندوستانی تجارت اور سیاست کا نہایت اہم راستہ ہے اس کی بلندی سے ان کی تجارت پر اثر پڑتا ہے اس لیے انکی ہمیشہ یہ کوشش رہتی ہے کہ یہاں کسی قسم کا شر و فساد نہ ہونے پائے اسی خطرہ کو دور کرنے کے لیے انھوں نے یہاں سے پرہیزگاروں کو ہٹانے میں مدد کی اور خلیج عجم کے بعض

ساحلی مقامات پر اپنی سیادت کا جال بچھایا، لیکن اوپر کے واقعات سے اندازہ ہوا ہو گا کہ ان مقامات پر ان دامن کے بجائے ہمیشہ جدال و قتال کے شعلے بھڑکتے رہتے تھے، اور ان کا غیر مختتم سلسلہ انگریزی تجارت اور ہندوستانی پائٹلکس کے بالکل خلاف تھا، دوسری طرف شیخ محمد امیر بحرین بھی ان مسلسل خانہ جنگیوں سے تنگ آ گئے تھے، انگریز اس قسم کے زہین مواقع کے منتظر ہی رہا کرتے ہیں انھوں نے فوراً ابوتھر سے اپنے پولیٹیکل ایجنٹ کو امیر بحرین کے پاس بھیجا اس نے ان کو برطانیہ غلطی کی جانب سے دوستی کا پیام دیا اور ایک معاہدہ پیش کیا کہ شیخ محمد برطانیہ غلطی کی مدد کریں اور برطانیہ ان کے ملک میں قیام امن کی ذمہ داری لے گی شیخ محمد خود خانہ جنگی سے گھبرا چکے تھے انھوں نے بھی اس موقع کو غنیمت جانا اور برطانیہ کی دوستی قبول کر لی اس معاہدہ کی ایک دفعہ یہ بھی تھی کہ چونکہ برطانیہ بحرین کے بحری حملوں کی مدافعت کی ذمہ دار ہے اس لیے شیخ محمد کو بحری فوج اور جنگی بیڑا رکھنے کی ضرورت نہیں یہ معاہدہ قطر کے حملہ کے پہلے ہوا تھا۔

شیخ محمد کا عزل اور شیخ علی کا نفع | اس معاہدہ کے کچھ دنوں بعد قطر میں ہنگامہ ہوا اور شیخ محمد کو خطرہ پیدا ہوا کہ قطر کا بحرین پر قابض ہو جائیں گے ابھی ان میں اور پولیٹیکل ایجنٹ میں گفتگو کا سلسلہ جاری تھا۔

بحرین کی حکومت کے پاس ایک بہت بڑا جنگی جہاز تھا جو توپوں اور دوسرے اسلحہ سے مسلح تھا اس کے ذریعہ سے جب امیر بحرین نے قطر اور طیف کی ریاستوں کا فائدہ کر کے انکو بحرین میں شامل کر لیا تو انگریزی سیاست نے اسکو اپنے مقاصد کے خلاف سمجھا کیونکہ یہ لوگ خلیج میں ایک متحدہ مضبوط طاقت کے بجائے چھوٹے چھوٹے امرا چاہتے تھے چنانچہ انھوں نے بحرین امر اور کما کما سمندر میں جنگ ممنوع ہے اور یہ برطانیہ غلطی کا ایسا حق جو حکومت بڑی سلطنتیں تسلیم کرتی ہیں اس لیے آئندہ سے تمہارا جنگی جہاز مسلح سمندر پر نہ آنا چاہیے اور اگر آیا تو انگریزی جنگی بیڑا اس کا مناسب جواب دیکھا بحرین کے امرانے اس کے خلاف احتجاج کیا کہ ہمارا ملک کھلے ہوئے جزائر میں جن میں جہازوں کے سوا کوئی روک نہیں اس لیے اگر ہم جہاز کے ذریعہ سے مدافعت نہ کریں گے تو ہمارا ملک قبضہ سے نکل جائیگا انگریزوں نے اس کا جواب دیا کہ انگریز عہد کرتے ہیں کہ اگر تم لوگ بحری ہجوم نہ کرو تو وہ تمہارے دشمنوں کے مقابلہ میں تمہاری مدافعت کریں گے اس طریقہ سے بحرین کے بیڑے کا خاتمہ ہو گیا،



تھا اور یہ انگریزی امداد کے منتظر تھے کہ جنگ چھڑے گی جنگ کا چھڑنا تھا کہ پولیسکل ایجنٹ جنگی جہاز لیکر بحرین پہنچ گیا اور شیخ محمد پر الزام لگایا کہ انھوں نے معاہدہ توڑ دیا لیکن شیخ محمد پولیسکل ایجنٹ کے بحرین پہنچنے کے پہلے شیخ علی کو اپنا وکیل بنا کر بلائے چکے تھے پولیسکل ایجنٹ نے ان کی غیر حاضری کو شکست معاہدہ کا اعتراف سمجھا اور شاہی قلعہ پر گولہ باری کا حکم دیدیا چشم زدن میں قلعہ سمار ہو گیا اور شیخ محمد کو معزول کر کے شیخ علی کو بحرین کا حاکم بنایا اب تک دونوں بھائیوں میں کامل اتحاد تھا شیخ علی کے دل میں شیخ محمد کے مقابلہ میں حکومت کا خیال بھی نہ آیا تھا بلکہ انھیں کے زور بل پر شیخ محمد حکومت کرتے تھے لیکن انگریزوں کی مداخلت کے بعد دونوں میں اختلاف پیدا ہو گیا اور شیخ محمد بحرین چھوڑ کے کویت چلے گئے شیوخ کویت نے درمیان میں بڑ کر دیا اور بھائیوں میں صلح کرانا چاہا اور شیخ علی کو شیخ محمد کی دوبارہ امارت پر راضی کر لیا چنانچہ شیخ عبداللہ حاکم کویت خود ان کو لیکر بحرین روانہ ہوئے راستہ میں ان کو معلوم ہوا کہ شیخ علی نے اسے بدل دی یہ خبر سنکر شیخ محمد راستہ سے کویت لوٹ گئے اور یہاں انھوں نے فوجیں جمع کر کے شیخ علی سے اعلان جنگ کر دیا اس جنگ میں شیخ علی مارے گئے گو شیخ محمد اس جنگ میں کامیاب ہوئے لیکن آل عبداللہ نے انھیں پکڑ کے قید کر دیا پھر بحرین سے ممبئی اور ممبئی سے عدن بھیجے گئے یہاں کئی برس تک قید رہے آخر میں سلطان عبدالحمید کی سفارش سے ان کو کر جانے کی اجازت دیدی جہاں انھوں نے عشاء میں وفات پائی

شیخ عیسیٰ کا تقریر شیخ علی کے قتل کے بعد ان کے اہل و عیال قطر چلے گئے اور ۳ مہینہ تک بحرین میں بد قطعی رہی تین مہینہ کے بعد بحرین کے اجارہ دار انگریزوں نے یہاں کا معاملہ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور انگریز پولیسکل ایجنٹ نے بحرین کے باشندوں سے یہاں کے آئندہ حکمران کے بارہ میں مشورہ طلب کیا ان لوگوں نے مقتول شیخ علی کے لڑکے شیخ عیسیٰ کو پسند کیا چنانچہ یہ قطر سے بلا کر آئے اور شجیان ۱۲۸۶ مطابق ۱۲۸۷ میں انھوں نے بحرین کی زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لی یہ نہایت فیاض اور عالی صفا آدمی تھے تخت حکومت پر بیٹھے ہی قبائل پر انعام و اکرام کی بارش شروع کر دی ملک کی آمدنی کا بڑا

حصہ قبائل و فوج و عرب اور ملکی اصلاح پر صرف کرتے تھے عدل و انصاف ان کا نمایاں وصف تھا ان کا عہد حکومت مسلسل پچیس برس تک رہا اس طویل مدت میں انھوں نے عہد کسی ایک فرد پر بھی ناروا زیادتی نہیں کی اور نہ اپنے علم میں کسی عہدہ دار سے ہونے دی شروع شروع میں بیق بہت قدامت پرست تھے لیکن رفتہ رفتہ ضروریات زمانہ نے تجدید و اصلاح پر مائل کر دیا چنانچہ انھوں نے متعدد مدارس قائم کئے ایک اخبار جاری کیا اور بھی بہت سے رفاه عام کے کام انجام دیئے

انگریزوں سے وفاداری | چونکہ انگریزوں نے ان کو تخت پر بٹھایا تھا اس لئے یہ ان کے سچے یار وفادار تھے شیخ موصوف صرف ان کے تجارتی پہلو کو دیکھتے تھے اور سیاسی پہلو پر نظر نہ جاتی تھی ان کا یہ حسن ظن ۲۵ سال تک قائم رہا ان کی وفاداری اس حد تک تھی کہ انگریزوں کے مقابلہ میں اسلامی حکومتوں کی دوستی کو بھی ٹھکرا دیتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ رحمت پاشا بغداد کے گورنر نے عثمانی حکومت کی جانب سے انکو دوستی کا پیام دیا انھوں نے ان کا خط انگریزوں کے پاس بھیج دیا اور رحمت پاشا کو لکھا کہ ”میرے لئے برطانیہ عظمیٰ کی دوستی بہت کافی ہے“ جرمنی نے بھی اپنے بحرین کے تجارتی مصلحت کے ذریعہ سے نامہ پیام شروع کیا تھا لیکن اسکو بھی ایسا ہی خشک جواب ملا اس قسم کے پیامات اور بہت سی حکومتوں کی جانب سے آئے لیکن یہ ہمیشہ ہی جواب دیتے رہے کہ ”برطانیہ عظمیٰ کی دوستی ہمارے لئے بہت کافی ہے وہ معاہدہ کی بڑی پابند ہے اس نے ہماری آزاد حکومت تسلیم کر لی اس سے زیادہ ہمیں کچھ نہ مانگنا چاہیے“

انگریزوں کی بے ہمدی | لیکن ان کا یہ حسن ظن کس حد تک صحیح تھا؟ انگریزوں نے ان کی آزاد حکومت کا کتنا شک احترام کیا؟ اور معاہدوں کی پابندی کس حد تک کی؟ ان سوالات کا جواب ذیل کے واقعات دینگے ۱۲۸۷ میں جلال علی اور بنو ہاجر نے زبارہ میں بغاوت برپا کی اور اس کے شعلے دفعہ زبارہ اور اس کے قرب و جوار میں بھڑک اٹھے اور یہ سب باغی بحرین کی طرف چلے آئے اس وقت حکومت بحرین کے پاس اس بغاوت کے فرو کرنے کی اس کے سوا فوری کوئی صورت نہ تھی کہ وہ جنگی جہاز کو کام میں لائے شیوخ نے بھی یہی فیصلہ کیا لیکن امیر بحرین کی معاہدہ شکنی کے خیال سے برطانوی پولیسکل ایجنٹ سے جنگی جہاز کے استعمال کی اجازت مانگی اس نے



جواب دیا کہ اس سے معاہدہ ٹوٹ جائیگا۔ اس جواب پر انھوں نے کہا کہ معاہدہ کی رو سے ایسے وقت برطانیہ  
مداخلت کی ذمہ دار ہے اس لیے اس وقت اس کو ایسا سے عہد کرنا چاہیے۔ پہلے ایجنٹ صاحب نے اس میں  
پہلوئی کی تھی۔ لیکن پھر چند جدید شرائط پر مداخلت کے لیے رضامندی ظاہر کی کہ بحرین میں برطانیہ کی سفارت  
قائم کی جائے اور ہر برطانوی رعایا مقیم بحرین کے مقدمات میں برطانوی سفیر کو مداخلت کا حق دیا جائے۔ اس  
نازک وقت میں شیوخ کے لیے ان شرائط کے ماننے کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا، اس لیے جبراً و قہراً مان لیا  
یہ تھی برطانیہ کی پابندی جس پر شیخ عیسیٰ کو اتنا اعتماد تھا،

تاج کی رہانت | دوسرا واقعہ آزاد حکومت کے احترام کا سنہ ۱۹۰۳ء میں ایک جرمنی ملازم نے شیخ عیسیٰ کے بیچ  
کی شان میں کچھ گستاخی کی، اس نے اس کو مارا خادم نے اپنے آقا سے اس کی شکایت کی آقا نے پولیسٹل ایجنٹ  
کے سامنے معاملہ پیش کیا، مقامی حکومت نے اس واقعہ پر افسوس ظاہر کیا اور خادم کو ۳ ہزار بطور جرمانہ  
دیا، لیکن سربرسی کا کس انگریز پولیسٹل ایجنٹ متعلقہ ابو شہر کو اس سے تشفی نہیں ہوئی اس نے اس کے انتقام  
کے لیے اپنا جنگی بیڑا بھیجا بحرین کے ساحل پر آکر لنگر انداز ہوا اور فوج کا ایک حصہ خشکی پر تار کر ملازم  
کے انتقام میں نہایت ذلت آمیز مطالبات پیش کئے اور ان کی ایک ایک دفعہ منوا کر چھوڑی اور شاہی  
خاندان کا معزز کن شیخ عیسیٰ کا بھتیجا پانچ سال کے لیے ہندوستان جلائے وطن کیا گیا، انگریز پولیسٹل  
ایجنٹ کو تمام اجنبیوں کے مقدمات کی سماعت کا اختیار دیا گیا، یہ تھا ایک آزاد حکومت کا احترام کہ شاہی  
خاندان کا ایک فرد ایک ادنیٰ درجہ کے یورپین کو اس کی گستاخی پر معمولی سزا دیتا ہے اور انگریز اس سے اتنا  
سخت اور اس قدر ذلیل انتقام لیتے ہیں،

شیخ عیسیٰ کا عزل اور شیخ | اس واقعہ کے بعد شیخ عیسیٰ کا براے نام جو وقار باقی رہ گیا تھا وہ بھی ۱۹۰۳ء میں  
حمدون کا تختہ گرد  
جاتا رہا اور اسی سنہ میں ایک نہایت معمولی بات پر شیخ عیسیٰ معزول ہو کر  
اپنی وفاداری کا صلہ پا گئے یہ ابھی معلوم ہو چکا ہے کہ آخری معاہدہ کی رو سے کہ اجنبیوں کے مقدمات

کی سماعت انگریز پولیسٹل ایجنٹ کرتا تھا ۱۹۰۳ء میں یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک نجدی مقیم بحرین کے گھر سے ایک  
گھڑی غائب ہو گئی اور ایک ایرانی پر چوری کا شبہ ظاہر کیا گیا، نجدیوں اور ایرانیوں میں پرانی عداوت تھی  
اس واقعہ نے جنگ کی صورت اختیار کر لی اور طرفین کے ہتھیار نکل آئے، خان بہادر محمد تریف بلدیہ بحرین  
کا صدر ایرانی تھا اس کو عربوں سے سخت عداوت تھا، اس واقعہ میں اس نے ایرانیوں کو عربوں کے قتل پر  
ابھارنا شروع کیا چونکہ اس معاملہ میں فریقین جہنی تھے اس لیے حکومت نے تنہا حفظ امن پر کفایت کی  
لیکن بحرین کے پولیسٹل ایجنٹ نے فوراً تار کے ذریعہ سے ابو شہر کے پولیسٹل ایجنٹ کو اس واقعہ کی اطلاع  
دی یہ وہاں سے دو جنگی جہاز لیکر آیا اور آتے ہی شیخ عیسیٰ کو معزول کر دینے کا مطالبہ کیا شیخ عیسیٰ نے انکار کر دیا  
لیکن اس نے ان کی ایک دہائی اور لوگوں کو جمع کر کے ان کے سامنے شیخ عیسیٰ کو معزول کر کے ان کی جگہ  
ان کے رٹ کے شیخ حمدون کو بٹھا دیا،

نظام میں تبدیلی | شیخ عیسیٰ کے عزل اور شیخ حمدون کی تخت نشینی کے بعد بحرین کا طرز حکومت بالکل بدل گیا،  
حکومت کے تمام شعبوں میں نئے سرے سے انقلاب ہوا، وطنی عدالت توڑ دی گئی اور جنگی وغیرہ کی آمدنی سب  
شیخ حمدون اور خاندان شاہی کے ارکان کے وظائف مقرر کر دیئے گئے، وطنی حکومت کے بجائے مرکز  
حکومت کے نام سے ایک مخلوط عدالت قائم ہوئی جس میں شیخ حمدون اور انگریز پولیسٹل دونوں مل کر  
بحرین کے داخلی معاملات کی سماعت کرتے تھے، اس طریقہ سے بحرین کی نام نہاد آزادی کا بالکل خاتمہ ہو گیا  
شیخ عیسیٰ کی ذرہ جرم | غالباً ناظرین متعجب ہوں گے کہ شیخ عیسیٰ جیسے وفادار کو کس جرم میں اتنی سنگین سزا دی گئی،  
اس میں شک نہیں کہ شیخ عیسیٰ انگریزوں کے یار غارتھے، لیکن اس کے باوجود وہ رعایا کے جائز مطالبات  
میں نخل نہ کرتے تھے، گو وہ ان میں ایک کو بھی پورا نہ کر سکے ان کی معزولی کے آخری تین سالوں میں رعایا نے ایک  
تشریفی جمعیت کے قیام کا مطالبہ کیا، شیخ عیسیٰ نے اس کو منظور کر لیا لیکن پولیسٹل ایجنٹ نے نا منظور کر دیا  
پھر رعایا نے وطنی پولیس کی تنظیم کی درخواست کی، شیخ عیسیٰ اس پر بھی راضی ہو گئے، لیکن ایجنٹ نے اسے



بھی مسترد کر دیا۔ آخرین اہل بحرین نے ملک کی اصلاح کے لیے ایک لائحہ پیش کیا جس کی دفعات حسب ذیل تھیں،

(۱) برطانیہ عظمیٰ اور اس کی دوستی کو پورے طور پر ملحوظ رکھتے ہوئے اور اس کو کوئی صدمہ نہ پہنچا کر بغیر حسابات شیخ عیسیٰ کو بحرین کے داخلی معاملات میں برطانوی قنصل کی مداخلت سے آزاد ہونا چاہیے۔  
(۲) تمام احکام کا اجرا شرع اسلامی اور اس قانون کے مطابق ہونا چاہیے جسے اہل بحرین پسند کریں اور شرع اسلام کے خلاف نہ ہو۔  
(۳) قنصل کو برطانیہ عظمیٰ اور حکومت بحرین کے معاہدہ سے آگے بڑھ کر بحرین کے داخلی معاملات میں مداخلت نہ کرنی چاہیے۔

(۴) غواصی کا ایک خاص محکمہ قائم کرنا چاہیے جس میں ۴ غواصی کے ماہر ارکان ہوں جو غواصی کے متعلق جملہ دعویٰ پر غور کر سکیں۔

(۵) ملکی مصالح پر غور و فکر کے لیے باشندگان ملک کے منتخب کروڑ ہائے دون کی ایک مجلس شوریٰ قائم کرنی چاہیے۔  
چھٹی دفعہ میں اس اہم اصلاح کے قیام و نفاذ کے لیے بارہ وطنی اشخاص کے نام پیش کیے گئے تھے اہل بحرین نے مذکورہ بالا اصلاحات شیخ عیسیٰ سے مانگی تھیں اور وہ ان کے دینے پر راضی ہو گئے تھے لیکن پولیٹیکل ایجنٹ نے ان کے روکنے پر اپنا پورا زور صرف کر دیا اور اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ شیخ عیسیٰ کی رضامندی کی سرائی تھی کہ شیخ عیسیٰ ایسے مطالبات دینے پر رضامند ہو گئے تھے جنکی بعض دفعات سے پولیٹیکل ایجنٹ کے غیر محدود اختیارات کی تحدید ہو جاتی تھی۔

نظام حکومت | شروع میں بحرین کا نظام حکومت خالص وطنی اور مذہبی تھا اس میں کوئی بیرونی طاقت دخل نہ تھی تمام ملکی اور غیر ملکی باشندوں کے مقدمات بحرین کی وطنی عدالت فیصلہ کرتی تھی۔  
۱۹۲۳ء میں برطانوی رعایا کے مقدمات کی سماعت کا حق اس کو باقی نہ رہا اور ایجنٹ کرنے لگا۔

اس وقت سے تین عدالتیں قائم ہو گئیں وطنی، اجنبی اور مخلوط وطنی عدالت شیخ عیسیٰ کے متعلق تھی اور اجنبی پولیٹیکل ایجنٹ کے اور مخلوط خان بہادر محمد شریف صدر بلد یہ بحرین کے، لیکن ۱۹۲۳ء میں آواز کے ہنگامہ کے بعد جب شیخ عیسیٰ معزول ہوئے تو یہ تینوں عدالتیں ایک کر دی گئیں اور شیخ حمدون اور پولیٹیکل ایجنٹ دونوں ملکر مشترکہ سماعت کرنے لگے وطنی عدالت کا جو امتیاز باقی تھا ختم ہو گیا اور بحرین کے اندرونی معاملات میں بھی انگریز پولیٹیکل ایجنٹ دخل ہو گیا گویا عدالت پر تمام تر انگریز قابض ہو گئے کیونکہ شیخ حمدون برائے نام تھے پولیس تمام تر انگریزی ہے بحرین والوں نے ملکی پولیس کے لیے کوشش کی تھی لیکن ایجنٹ نے انکار کر دیا عدل و انصاف کے اعتبار سے شیخ عیسیٰ کا عہد بہترین عہد تھا وہ ہمیشہ قیام عدل میں کوشاں رہتے تھے اور یہ دعویٰ کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ انھوں نے اپنی پچیس سالہ عہد حکومت میں کبھی کسی پر عہدِ ظلم نہیں کیا اور نہ کسی عہدہ دار کو اس کا موقع دیا۔

منامہ | بحرین کی سیاسی تاریخ لکھنے کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کشتیوں اور تجارتی کاروبار پر بھی ایک سرسری نظر ڈال لیجائے بحرین کا سب سے بڑا شہر منامہ ہے اسکی آبادی ۴۰ ہزار ہے، اس میں ایرانی ہندوستانی، یورپین، مسیحی، یہودی، اور پارسی سب آباد ہیں، ڈاکخانہ، ٹیلیگراف آفس، قریظینہ، گودی اور جنگی گھر وغیرہ سب یہیں ہے، سلاطین عجم کے آثار میں ایک قلعہ "قلعۃ الدیوان" ہے ان کے علاوہ یہاں اور بہت سی بڑی عمارتیں ہیں منامہ سے آدھ گھنٹہ کی مسافت پر جنوب مغرب میں ایک بڑا بازار ہے، اس میں بہت سے قدیم آثار ہیں اور انجملہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عہد کی ایک ٹوٹی ہوئی مسجد ہے اس کے پاس ہی پٹرول کا چشمہ ہے اس سے کچھ فاصلہ پر آل خلیفہ کے سابق امرا کا مسکن رفاع ہے یہاں ایک قدیم منہدم قلعہ تھا اس کی بنیاد شیخ سلیمان نے ایک جدید قلعہ بنوایا ہے رفاع کے ارد گرد نہایت عمدہ باغات ہیں ان میں سب سے بڑا اور خوبصورت باغ صغیر ہے جو موجودہ فرمانروا شیخ حمدون کا لگا ہوا ہے اس میں بکثرت کنوئین اور چشمے ہیں غرض منامہ کے قرب و جوار میں عربوں کے بہت سے



موانع اور ان کے محلات و قصور ہیں

**محرَق** | سائر کے مشرق جانب نصف گھنٹہ کی مسافت پر بحرین کا موجودہ پایہ تخت محرق ہے، مراکین آبادی، عمارتوں اور دوسری ترقیوں کے لحاظ سے نامہ کو پایہ تخت ہونا چاہیے تھا لیکن رسمی پارٹن جہان شیوخ رہتے ہیں محرق ہی ہے تاہم علوم و فنون کے چرچے کی وجہ سے یہ مقام اس سے ممتاز ہے۔  
**موتیوں کی تجارت** | بحرین اپنے موتیوں کی وجہ سے تمام دنیا میں مشہور ہے ساری دنیا کے جوہری ہر مستحق ہیں کہ بحرین موتیوں کا سب سے بڑا مخزن ہے اور جن دو خوبصورتی میں کہیں کے موتی یہاں کے موتیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے تین کروڑ روپیہ سالانہ کے موتی بحرین کے مخزن سے نکلے ہیں موتی کا موسم مئی سے ستمبر تک ہے اس زمانہ میں تمام دنیا کے جوہری یہاں جمع ہو جاتے ہیں بحرین میں موتی کے جلد نزاعات کے متعلق ایک خاص محکمہ ہے، لیکن ہم یہ نہیں بتا سکتے کہ اس میں بحرین کی حکومت کو کتنا حصہ تک دخل ہے اور اس کو اس کثیر دولت سے کتنا فائدہ پہنچتا ہے موتی نکالنے والوں کی جماعت پانچ افراد پر مشتمل ہوئی ہے "ناخدا" "غیس" "سیب" "رطیف" اور "تیا" ناخدا اس جماعت کا افسر اعلیٰ ہوتا ہے اور غیس غوطہ لگاتا ہے، اور سیب رسی کھینچتا ہے اور رطیف اس کا مددگار ہوتا ہے اور "تیا" خادم ہوتا ہے، ناخدا اپنی نگرانی میں موتی نکھلاتا ہے، اور نکھلا کر بھیجتا ہے اور اس کی قیمت کا پانچ حصہ خود لیتا ہے اور بقیہ چار حصوں کا نصف غوطہ زن کو دیتا ہے اور دہلیٹ رطیف کو اور ایک ٹلٹ سیب کو۔

دوسری تجارتیں | موتیوں کی تجارت کے علاوہ بحرین میں تمام تجارتی اشیاء کی اتنی گرم بازاری رہتی ہے کہ اجنبی یہاں کی تجارتی چل پھل کو دیکھ کر مبہوت ہو جاتا ہے، تاجروں کے گوم ماکولات، مشروبات، میوسات اور دوسرے زیب و زینت اور عیش و تنعم کے سامانوں سے بھرے رہتے ہیں، ہمیں اور بھی جیسے بڑے شہروں کے علاوہ اور کسی چھوٹے شہر میں اتنا سامان فراہم نہیں ہو سکتا، اگر کوئی شخص کسی

تجارتی کو بھی من داخل ہو تو سب سے پہلے اس کی نظر بڑے بڑے ضخیم جہڑوں پر پڑے گی، دوسری طرف اپنی صندوق، تجویران اور نقد کی تھیلیاں دکھائی دینگیں، آنے جانے والے علحدہ قہوہ اور سگریٹ نوشی میں مصروف ہوں گے، یہاں ہندوستان، ایران، عراق، یورپ اور امریکہ کا مال ہندوستان کے راستے آتا ہے، اور احسا اور نجد کے بازار دن میں بکاتا ہے،  
**تعلیم** | بحرین میں عرب کے اور حصوں کی نسبت تعلیم زیادہ ہے، خصوصاً ادب اور شاعری کا بڑا چرچا ہے، اور جزیرہ میں ادب اور شعراء کی بڑی تعداد ہے دارالمطالعہ اور دارالکتب بھی ہیں جنہیں اکثر عربی کے اچھے رسائل آتے ہیں، ریڈنگ روم میں بہترین جدید اور قدیم کتابیں ہوتی ہیں، متعدد مدارس بھی ہیں جس کا نظام اکابر علماء کی مجلس منتظمہ کے ہاتھوں میں ہے اس کے سکریٹری شیخ عیسیٰ کے چا زاد بھائی ابراہیم ہیں انھوں نے حجاز میں تعلیم پائی ہے اور بحرین کے علمی حلقہ میں ممتاز شخصیت رکھتے ہیں ان مدارس میں مصری، عراقی اور نجدی معلم تعلیم دیتے ہیں اور اب نصاب میں بعض ایسی کتابیں داخل کی گئی ہیں جن کا پڑھنا میں کفر و ضلالت سمجھاتا ہے، محرق میں خاص طور پر تعلیمی سرگرمی زیادہ ہے گو یہ چھوٹا مقام ہے تاہم یہاں متعدد مدرسے اور ادبی مجلسیں ہیں جنہیں نوجوان نہایت انہماک کیساتھ علم و ادب کی تحصیل میں مصروف ہیں، غرض مجموعی حیثیت سے ہم اس کو مصر و شام کا چھوٹا نقش کہہ سکتے ہیں،

**امریکن مشن** | بحرین میں تقریباً نصف صدی سے امریکن مشن قائم ہے، ایک گرجا ایک مدرسہ ایک شفا خانہ اور دہلیٹری اس سے متعلق ہیں، شفا خانہ اور دہلیٹری کی نگرانی ایک تجربہ کار ڈاکٹر کے متعلق ہے، اور متعدد عورتیں اسکی اعانت میں ہیں لیکن چونکہ امریکن مشن اسکول کے نصاب میں انجیل داخل ہے اس لئے مسلمان طلبہ یہاں بہت کم پڑھتے ہیں، گو امریکن مشن عرصہ دراز سے ہے لیکن اس طویل مدت میں چند مسلمانوں کو بھی عیسائی بنانے میں کامیاب نہ ہوا،



# مخبران دانش

(۴)

## پانچواں باب

### طال فلسفہ کی نوعیت طبیعت اور اس کی تعیین

از جناب مولوی ابوالقاسم صاحب سر در

کسی جدید چیز کی جستجو کسی نئی شے کی تلاش میں بیشتر و اکثر انسان اپنے پچھلے خیالات کے محصور ہی ہو کر رہتا ہے اور یہ کہ اس کے عام عادات و خصائل اپنے ماحول کی ائینہ داری کے لئے مخصوص ہیں تعلیم و تربیت و ہم نشینی کے مختلف اثرات یہی چیزیں عادت بشری کا خمیر یا عود قوی مانی گئی ہیں جن کی وجہ سے تحقیق بالا کے وقت یہ تعصب و تعین کی نگاہوں سے ہی دیکھنا پسند کرنا ابتدائے عمر کی عصبیت نہایت قوی اور پائدار تسلیم کی گئی ہے اس عصبیت کی قوی خواہش پوری پوری نقالی کے میلان و رجحان سے پوری ہوا کرتی ہے ہم دور و ہم بزم افراد کی چال ڈھال رفتار و گفتمان انداز و عادات وغیرہ میں مماثلت و مشابہت حاصل کرنے پر یہی عصبیت انسان کو مجبور کیا کرتی ہے، مثلاً یا عام ملکی سرگرمی کے لئے لباس کی تراش و خراش کی تفریق اور تعین اور اخلاقی حالت جیسی بھی ہو اس کا نشرو و شیوع یہ سب اسی کی کرشمہ سازی ہے اس کے ماسوا اس خواہش سے دفرا اتحاد کی شیرازہ بندی بھی وابستہ ہے جس پر محافل و مجالس کے قیام و لقا کا مدار ہے،

روح عام کی نوعیت بھی اسی کے مماثل ہے کیونکہ اثر و رواج سے بغیر متاثر ہونے انسان را نہیں سکتا اس کے عادات و خیالات ابتدا سے رواج کی حکومت کے آگے سرافگندہ رہے ہیں ان کے دانشور رواج کی زبردست اثر انگیزی دیکھتے دیکھتے اس کے پر مجبور ہو گئے کہ اشیاء عالم کو جیل

و غیر جیل صحیح و صحیح کار آمد و غیر کار آمد یہ مختلف خطابات رواج ہی کے دیئے ہوئے ہیں اور رواج ہی نے انہیں ایسا بنادیا ہے ورنہ حقیقت ان کی کوئی اصلیت نہیں ہر قوم کا اپنے ایمان کے رسم و رواج کو دوسروں کے مقابلہ میں بہترین خیال کرنا مختلف اقطاع عالم کا باہمی اختلاف اور رواج و رسوم ان کا اس طرح لبریز ہونا کہ ہر ایک اپنی جگہ اپنے ایمان کی رواج پذیر رسوم کی افضلیت کا مدعی ہی بعض حکما اس تماشا سے ایسے برداشتہ خاطر ہوئے کہ سرے سے عالم کو صداقت سے خالی کہنے لگے ان کے نزدیک دنیا میں مطلق صداقت بالکل ناممکن اور سراسر محال قرار پائی رسم و رواج کو عقائد مختلف نگاہوں سے دیکھا بعض نے مفید خیال کیا اور بعض نے مضر کسی نے اسے منتظم اشیاء کے الفاظ سے تعبیر کیا اور کسی نے ایسی آزاد طاقت مانا کہ جس کی دنیا بھر میں نہ کمین روک ٹوک ہے اور نہ اس کی مزاحمت کی کسی میں طاقت و قوت یہ بھی بیان کر دینا ضروری ہے کہ تاثیر رواج دور امن سکون کے لئے ہی مخصوص نہیں اس کا مخالف منظر بھی اسی رواج کے زیر اثر ہے پہلے رواج پست طبقہ میں آہستہ آہستہ پھیلتا اور پھر آگے قدم بڑھاتا ہے اس طرح کہ اونچے طبقہ کے کچھ فرد اس کی سرپرستی کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں پچھلی عادتیں اور خیالات برگ خزان رسیدہ کی طرح سرپرستی کی تیز ہوا سے باقی نہیں رہتے اور نئے خیالات کی پیداوار ان کی جگہ لے لیتی ہے،

حاصل یہ کہ بغیر تعین و تخصیص کا سب فلسفہ ہو یا پیر و مذہب ہر ایک کے لئے تعصبات کے گرد و غبار سے ذہن کے آئینہ کو پاک و صاف رکھنا تحصیل علم کا پہلا قدم اور مذہب کی پیروی کی شرط اولین یہی ہے جس طرح کتب ملہمہ کی سود مندی پیر و مذہب کے لئے مسلم ہے بعینہ ہی حال فلسفی کے واسطے تعقل کا سمجھنا چاہئے فلسفہ اور مذہب دونوں صحیح واقعات کے ظہور کا مرکز ہیں انسان طلب منفعت کے لئے جب انہیں استعمال کرتا ہے تو عصبیت کے دست و بازو سے تعصب خالی الذہن نہ ہونے کی حالت میں کتب ملہمہ اور تعقل ان دونوں میں اسی چیز کی آمیزش زیادہ مقدار میں ہو جاتی



ہے جس کے حاصل کرنے کا غم و ارادہ اس طرف کھینچ کر لایا تھا،

فلسفہ میں شرکت تعصب اصل واقعات کو نظر انداز کر دیتی ہے اور الہامی کتابوں میں یہ تعصب دور از کار لغو و حمل تالیفوں پر اتر آتا ہے جس کا نتیجہ مذہبی اور فلسفی بے شمار گروہوں اور جماعتوں میں ظاہر ہوتا رہتا ہے، تعصب سے کنارہ کش ہونے میں ہمت صرف کرنا اس وجہ سے نہایت ضروری ہے کہ جس طرح سفید کپڑے پر رنگ بہت جلد قبضہ کر لیتا ہے، اسی طرح طبع بشر میں یہ بے اثر پیدا ہو کر فضاے باطن کو ایسا گھیر لیتا ہے کہ طلب حق کی گنجائش نہیں رہتی، اس میں یہ عجب کمال ہے کہ اس کے وجود پر بھی اکثر اس کے وجود کا علم نہیں ہوتا، انسان میں تعصب کے جراثیم داخل ہو چکے وہ تو متعصب بن چکا، مگر بھر بھی ذات میں اسے تعصب کے پائے جانے کا ادنیٰ بھی کبھی شبہ نہیں گذرتا، غرض اس کی سیخ کنی کی جانب کافی توجہ کی ضرورت محسوس کی گئی ہے،

تحصیل فلسفہ کے لئے تعصب خالی الذہن ہونا جس طرح ضروری ہے، اسی طرح طبیعت میں شک کا پایا جانا بھی لازمی ہے یعنی کاسب فلسفہ کی طبیعت رکھتا ہو، اس لئے کہ اگر ذہن بالکل تعصب سے ملبوس ہے تو تجسس حقیقت کے لئے اس میں کوئی جگہ ہی باقی نہیں، تلاش حقیقت جب ہی ممکن ہو کہ سابقہ تعصبات کی قوت مضحل ہو کر فنا ہو، اور اس کی جگہ شک اگر تحقیق اور جستجو کا بند دروازہ کھولنے کی کوشش کرے، اور سطا ظالیس فلسفہ کی اعلیٰ کامیابی کا راز اسی شک میں مضمر رہتا ہے، لیکن ساتھ ہی شک کا استعمال بھی بجائے خود نہایت نزاکت رکھتا ہے، اس میں سخت احتیاط کی ضرورت ہے، اگر آگاہ اور ذریعہ سمجھ کر شک زیر استعمال رکھا جائے، تو اس صورت کے موصل الی المطلوب ہونے میں ادنیٰ شک کی گنجائش نہیں کیونکہ یہ طریقہ ذہن میں اکتسابات علمیہ اور استدلال عقلی کی ہمنوائی کی استعداد پیدا کر دیتا ہے، غرض غایت سمجھ کر شک کا استعمال منزل مقصود کی قربت سے کوسوں دور ہٹا کر افراد شک کی تیرہ دنار مہیب گھاٹیوں میں گر ادیتا ہے،

ایک ایسی مبصر نے شک کی دو قسمیں کی ہیں، دشمنی یا غیظ و غضب، تعصب اور وہم سے پیدا شدہ شک کو ریب جہل قرار دے کر قسم اول میں رکھا ہے، اور عبرت، دانشمندی احتیاط سے حاصل کیا ہو شک تنور کا ذریعہ تباہ کر قسم ثانی میں شامل کیا ہے، اس تقسیم کے بعد کہتا ہے کہ شک کی مداومت ذہن قوی کو تقاہت اور غیر معمولی اضمحلال میں گرفتار کر کے ناکارہ بنا دیتی ہے، مہمات کی جانچ تریال کی شرط تنہا احتراز از غلطی نہیں بلکہ اس کے ساتھ ایسے شک سے بھی اجتناب لازم ہے جو حقیقت کی جستجو میں ذریعہ والہ نہیں قرار پاسکتا، کاسب فلسفہ کے لئے ذیل کی مصرعہ شرطوں کی پابندی ضروری اولین کا حکم رکھتی ہے،

پہلی شرط تعصب سے بچنا،

دوسری شرط شک کا بہ طور آلہ استعمال کرنا،

تیسری شرط است منکبر مغلوب جو شش نہ ہونا،

تیسری شرط کی یہ وجہ ہے کہ سست و کاہل کبھی تحقیقات کی دوڑ دھوپ کی مشقت برداشت کرنا پسند نہیں کرتا، اور ہمیشہ اس قسم کے موقعوں سے بچتا رہتا ہے، کیونکہ حاصل شدہ سرمایہ علم ہی اس کی نظر میں کافی سے زائد معلوم ہوتا ہے، اس بنا پر ممانعت کی گئی ہے، کہ فلسفہ کی تحصیل کرنے والا بہت ہمت اور کاہل نہ ہو، مغرور کی ممانعت اس لئے کہ ارباب نخوت سادہ واقعات کو ذلیل اور پیکا سمجھ کر ان کی جانب اعتنا کرنے کو بھی اپنی توہین سمجھتے ہیں، اور اتنے حصہ کو چھوڑ کر اہم اور پیچیدہ و لغت جن کی بنا نظر انداز کئے ہوئے سادہ واقعات پر ہے ان کے تجسس میں انہماک تمام سے کام لیتے ہیں ظاہر ہے کہ بنیادی واقعات بنظر تحقیر بے اعتنائی اور اس سے آگے کے سلسلہ میں غور و خوض بہ ناقص طریقہ کسی طرح مفید نتیجہ نہیں پیدا کر سکتا، کیونکہ صحت نتائج کے لئے سادہ اور پیچیدہ دونوں واقعات کو بہ امان نظر دیکھنا لازمی اور ضروری ہے، اہموی اور سادہ واقعات کو چھوڑ کر صرف دشوار اور



بہجیدہ واقعات کا انتخاب اس وقت تک فائدہ بخش نہیں جب تک کہ ترک کیا ہوا پہلا سلسلہ تحقیق کے ساتھ مسلسل نہ ہو،

مثلاً اس بنا پر نہ ہو کہ اس حالت میں اپنی وقت اور خود بینی کے سوا اور کسی جانب اس طبیعت کا شخص دیکھتا ہی نہیں حقیقت کی جستجو کی ہم ایسی طبیعت والے سے کسی طرح سر نہیں ہو سکتی اس کا نصب العین مطمح نظر جو بھی ہے، وہ صرف اپنی ہی عظمت و منزلت ہے، اور بس، اس لئے طالب فلسفہ کو اس سے اعزاز کی ہدایت کی گئی ہے،

مغلوب جوش ہونا اس لئے مقدوح ہے کہ ہیجانی حالت ذہن کو واقعات کی کنہ رسی سے با رکھ کر اپنی طرف توجہ جذب کر لے گی، اور ذہن اس شورش میں بھینک کر تفتیش و سراغ رسی کی اہمیت انجام نہ دے سکے گا، انھیں تین شرطوں کا التزام یعنی تعصب سے احتراز، جائز شک کا استعمال، کاہلی، تکبر اور مغلوب جوش ہونے سے اجتناب طالب فلسفہ کو مجروری اور جوہر سے بچا کر ترقی کی شاہراہ پر لے آتا ہے،

اکتساب فلسفہ کی توضیح شرائط کے بعد فوائد فلسفہ کے اعتبار سے اس کے طرق تحقیقات کی جانچ اور ان میں سے کسی ایک طریقہ کی تعین یہ بھی ایک ضروری بحث ہے، جس کی حقیقت مسطور ذیل سے معلوم ہوگی پہلے، "طریقہ فلسفہ" کی نسبت یہ ظاہر کرنا ہے کہ اس کا مفہوم کیا ہے،

فلسفہ میں اکتساب غایت کے لئے جو قاعدہ استعمال کیا جاتا ہے اسے طریقہ فلسفہ کہتے ہیں، اور ارق سابقہ میں غایات فلسفہ کی نسبت تصریح کی جا چکی ہے، کہ وہ دو ہیں،

غایت اول تجسس صل،

غایت دوم کثرت کی وحدت میں منتقلی،

طریقہ فلسفہ کی تعین بھی بین احکام مختلف فیہ ہے، بعض صرف تحلیل اور بعض محض ترکیب اور کچھ تحلیل و ترکیب دونوں کو طریقہ فلسفہ سے نامزد کرتے ہیں، اور یہ آخری صورت ہی نہایت

ہونے کے ساتھ سجد وقت نظر پر مبنی ہے، اب تحلیل و ترکیب دونوں کی توضیح کی ضرورت ہے، ہر شے چند اجزا کا مجموعہ ہوا کرتی ہے، کسی شے کے مجموعہ یا اجزا کو علیحدہ علیحدہ کر کے ذہن کا ہر جزو کی تفتیح کی جانب مائل ہونے کا نام تحلیل ہے، اور بعد تحقیق اس پھیلے ہوئے سرمایہ کو سمیٹ کر یکجا کرنے کو ترکیب کہتے ہیں، مثال میں ان دونوں کا مفہوم اس طرح ظاہر کیا جاسکتا ہے، کہ مثلاً گھڑی مجموعہ ہے کمافی، چھوٹے بڑے مختلف پرزوں، دونوں سوئیوں اور ڈائل وغیرہ کا یا مکان کہ یہ بھی مجموعہ ہے دیوار، سقف، بام و در و غیرہ وغیرہ کا، گھڑی اور مکان علیحدہ علیحدہ جتنے اجزا کے مجموعہ کا نام ہے، ان دونوں مثالوں میں ہر ایک کے مجموعہ یعنی ان کے تمام اجزا کو ذہناً جدا کرنا تحلیل اور علیحدہ کر کے ہونے اجزا کو فراہم کر کے پھر مجموعہ بنالینا ترکیب کہلاتا ہے، شاخیں، تنہ، برگ و بار وغیرہ کے مجموعہ کا نام درخت ہے تو ڈالیاں، پتے، تنہ، جڑ وغیرہ یہ سب اس کے اجزا ہوتے، بالفاظِ ادب ان اجزا کا معائنہ تحلیل اور ان تمام اجزا کو یکجا کر کے پھر مجموعہ بنانا اور اس مجموعہ کو شے واحد کا مصدر قرار دیکر اسے درخت کہنا یہ ترکیب ہے،

دلیل استقرائی میں انھیں تحلیل و ترکیب کی وجہ سے وزن پیدا ہو جاتا ہے، اس لئے کہ چند متحدہ حقیقت اشار کی سراغ رسی اور اس تحلیل استقرا سے اشیاء کے باہمی تامل و تشابہ کی بنا پر ایک عام حکم کا استنباط کرنا جس کے تحت میں وہ سب دیکھی بھالی چیزیں آسکیں، تحلیل و ترکیب کے عمل سے یہ استقرائیں تک پہنچا، مثلاً کشش ثقل کا مسئلہ پیش کیا جاسکتا ہے، استقرائے تحلیل کے ذریعہ سے تمام افراد کے وسیع سلسلہ میں ایک جسم کو دوسرے کی جانب بار بار کھینچے ہوئے دیکھ کر عمل ترکیب کا نام سے ایک عام کلیہ یہ بنایا کہ تمام اجسام باہمی کشش و تجاذب سے وابستہ ہیں، چند چیزوں کی تشابہ کی جستجو اور حقیقت کے تفصیلی معائنہ کا اختتام ہی نتیجہ استقرا ہے، جس سے تمام اشیاء کو اس سے غور دیکھے ہوئے منظر کے تحت لایا جاتا ہے، تحلیل و ترکیب باہم مختلف متفاوت نہیں، بلکہ یہ ایک



ہی تصویر کے دو مختلف رخ، ایک ہی راہ کی دو مختلف شاخیں، اور ایک ہی کل کے دو مختلف جز ہیں۔  
قاعدہ کو طریقہ فلسفہ بتائے ہیں، اس کے لئے یہ دونوں لازم و ملزوم کا حکم رکھتے ہیں، جس طرح صورتِ تحلیل  
انجامِ مرام کے لئے کافی نہیں اسی طرح تنہا محض ترکیب بھی غیر مفید و ناکارہ ہے، بلکہ ان دونوں کا  
استعمال اصل مقصد تک پہنچاتا ہے، مگر اس اعتبار سے کہ تحلیل ہی ہر مجموعہ کے اجزاء کو الگ الگ کر کے  
ان کے خواص و مابیت کے علم کا آلہ اور ذریعہ ہے، ترکیب کی صحت و عدم صحت اسی تحلیل ہی پر ہے، اگر  
تحلیل صحت سے ہمدوش ہے تو ترکیب کا صحیح ہونا بھی لازمی ہے، اور اگر تحلیل میں اسقامِ شریک ہو گیا  
ہے تو ترکیب کسی طرح بھی ان سے بچ نہیں سکتی، اس سلسلہ میں چونکہ تحلیل نہایت نازک اور اہم ذریعہ  
انجام دیتی ہے، اسی بنا پر ناقدین و مبصرین نے تحلیل ہی کو مرجع قرار دیا ہے، کہ اس ترجیح کے بغیر  
نہیں کہ ترکیب کو بالکل نظر انداز کر دیا جائے،

بیان بالا سے معلوم ہوا کہ تحلیل و ترکیب کا اجتماع پس ہی ایک طریقہ تحقیقاتِ فلسفہ کے لئے نہایت  
سووند اور منفعت بخش ہے، کس وقت جبکہ فلسفہ کی دونوں غایتیں اس میں ملحوظ رہیں، پہلی غایت تفتیش  
علل یعنی معلول کی وساطت سے علت کا کھوج لگانا یہ امر بھی معلوم ہو چکا کہ اس قسم کی سراغ رسی تحلیل  
سے متعلق ہے، اور ہر معلول دو یا زیادہ علتوں کے اجتماع سے پیدا ہوتا ہے، علت و معلول کی جدا جدا  
شناخت کے لئے یہی مثال کفایت کرتی ہے کہ مثلاً زید نے کسی قسم کا شربت تیار کیا، ظاہر ہے کہ شربت  
ایک چیز کا نام نہیں، دوسرے زاید چیزوں کا مجموعہ ہے یعنی شکر پانی، اور ان دونوں کو ملانے والا  
دست انسانی یہ عمل مثلاً جب ایک جگہ مجتمع و فراہم ہو چکین تو اس اجتماع سے نتیجہ میں ان علتوں کا  
معلول یعنی شربت بن کر تیار ہو گیا،

بہر طور طریقہ فلسفہ میں علتوں کی تفتیش و سراغ کا تحلیل سے آغاز اور ترکیب پر اختتام نہایت  
ضروری ہے، کثرت کی وحدت میں منتقلی یہ دوسری غایت فلسفہ بھی کسی طرح طریقہ فلسفہ میں

بھولنے اور چھوٹنے کے لائق نہیں، اس میں بھی تحلیل و ترکیب کے توسط اور ذریعہ کے بغیر کاربہا  
مکمل نہیں، اس لئے کہ انتہائے محسوسات اور ذہنیات کے حالات جن کے حاصل کرنے کی جانب  
انسان متوجہ ہوتا ہے، یہ سب کے سب مرکبات ہو ا کرتے ہیں، اور مرکبات کے قفل کے کھولنے کی  
کنجی تحلیل ہی ہے، ان مرکبات کی تحلیل کے لئے ضروری ہے، کہ تحلیل سے تحقیق شروع ہو کر ترکیب  
توسط سے وحدت میں منتقل ہو، مثال میں ادراک کی روداد قابل ملاحظہ ہے، کہ جب کسی شے کا ادراک  
کیا جاتا ہے، تو سب سے پہلے عمل تحلیل سے اس کے اجزاء کا علم، پھر انہی مختلفہ کا انتخاب و تقابل ہوتا  
ہی ہر ہر جزو کے خواص پر غور و خوض ہوتا رہتا ہے، اس جستجو میں جتنی چیزیں اوصاف میں مشترک  
و متحد ملتی ہیں، اس اشتراک و اتحاد کی تنقیدی نظر سے جانچ کے بعد اسی سے ایک کلیہ بنا کر تحقیق کو  
عمل ترکیب کی بدولت مکمل کر دیا جاتا ہے،

ان اصول و قوانین سے پیشتر فلسفہ محسوسات کا گھر وندہ بنا ہوا تھا، کیونکہ پہلے پہل ایسا محسوس  
ہی پر فلاسفہ کی تحقیق کا دار مدار تھا، اس میں نقص یہ تھا کہ دنیا کی ہر چیز کا معائنہ اور اس کا بالکل سمجھنا  
جو ممکن نہیں اسے ممکن خیال کر کے کوشش کی جاتی تھی جس کے نتائج و استنباط مفروضات کے گورکھ  
دھندے کے مثل وقت رکھتے تھے، مگر اسی قسم کی خیال آریاں اس زمانہ میں ایسی پسندیدہ  
نہیں کہ ہی طرز تحقیق دور تک پھیلتا، اور بڑے بڑے جھٹکوں کو اپنا پرستار بناتا ہوا بہت آگے نکل  
گیا، انھیں متقدمین فلاسفہ کے طبقہ میں سے ایک گروہ کے نزدیک ترکیب اجسام کی علت مادی  
صرح پانی قرار پایا، ان کے اعتقاد نے اس تحقیق کو نظر انداز کر کے ہوا اور آگ کو اصول وجود کی  
سلسلہ حیاتی کے لئے منتخب کیا، فیثاغورث چونکہ ابتدا سے ریاضی میں یدِ طولی رکھتا تھا، اپنے  
انہیں خیالاتِ راسخہ کی مناسبت سے اعداد کے خاصوں کو مادہ اور ذہن کا ماضی قرار دیکر فلسفہ کی  
بنیاد مفروضات کی سرزمین پر رکھ دی، اسی قسم کی چہ میگویان سوفسطائی فرقہ کے ظہور کا سبب بن



یہی دور از کار خیالات عام طور پر پھیلے ہوئے تھے کہ سقراط نے محوسات کا جنگل چھوڑ کر شاخ و برگ  
ذہنیات کے کاشانہ میں منتقل کر دیا، اور اسی فیلسوف کی سعی و کوشش نے تحقیق کے فوارہ کا رخ  
باطن کی طرف پھیر دیا، اس کے بعد افلاطون اسی تحقیق کے سیکڑے میں ذہنی قوے اگلی کے چند پائے  
ہوئے آیا، اس نے ذہن کے اعلیٰ قوی کی تلاش اور جستجو میں اپنی تحقیق مقید رکھی، اور اس کے سوا اور  
جانب منفعت نہ ہوا لیکن ارسطاطالیس نے ان عملیات ذہنی کو اپنی تحقیق کا مرکز بنایا، جو حواس غریب  
سبک ارتباط میں منسلک ہیں، ارسطو اور افلاطون ان دونوں کی نوعیت تحقیق باہم اختلاف رکھتی ہے  
نمونہ کے طور پر ان دونوں محققوں کے طرز تحقیق کا کچھ تھوڑا سا بیان ملاحظہ طلب ہے،

ارسطاطالیس کے یہاں جزئیات کے مطالعہ سے توسط استقرار کلیات کا اخذ و استنباط  
کیا جاتا ہے، اس طرز تحقیق میں وقت یہ ہے کہ جن چیزوں پر استقرار کا دار مدار ہے، ان کی تعداد جتنی زیادہ  
ہو اتنا ہی عمل استقرار زیادہ موثق اور صحیح اور نتائج اصح برآمد ہوں گے، اور اس طریقہ میں دشواری  
یہ ہے کہ واقعات مشاہدات اور تجربہ کی وساطت سے یکجا کرنے کی غیر معمولی کوشش جدا، پھر سمیٹے  
ہوئے واقعات کے سرمایہ سے اخذ نتائج میں بے انتہا غور و فکر کی عرق ریزی علیحدہ لیکن اس میں  
نہیں کہ اس کاوش و سعی موفور کے بعد جو نتائج حاصل ہوتے ہیں ان کی استواری و پائیداری بھی  
غیر معمولی ہو کر رہتی ہے، قدم قدم پر کد و کاوش کی صوبت برداشت کرنے کے اعتبار سے یہی ایک طریقہ  
عقل و محنت کا مرکز کہ جانے کا استحقاق رکھتا ہے، اس کے سامنے محض تصورات کی رنگ آمیزی  
ادنیٰ وقت و منزلت نہیں رکھتیں،

یہ جو کہا جاتا ہے کہ فلسفہ استقرار کے خود موجود (ارسطو) کے سر و دست بعض اوقات اغلاط  
کی چھٹیوں سے نہ بچ سکے، اس سے طریقہ زیر تذکرہ کا ساقط الاعتبار ہونا ثابت نہیں ہوتا، بلکہ اس  
طریقہ کی منزلت کی اور تائید ہوتی ہے، اس لئے کہ اتفاقاً جہاں ارسطاطالیس سے لغزشیں ہوئیں

اصل سبب یہ ہے کہ کلیہ بنانے میں جو واقعات زیر استعمال رہے، وہ تعداد میں کافی نہ تھے، استقصا  
نام نہ ہونے کی وجہ سے یہ صورت پیدا ہوئی، ارسطاطالیس کے سرمایہ حکمت میں سے بعض نہایت  
شاذ اور کلیے چھانٹ کر ارباب نظر نے اپنے دفتر انتخاب و پسندیدگی کے لئے علیحدہ کر لئے ہیں،

مثلاً ایک یہ کلیہ کہ ہر ایک شے مہدجیات میں آنے کے لئے ہر وقت آمادہ رہتی ہے، اور فطرت  
کی ناپائیدار میں اشکال اور صورت مختلفہ کا نظر آنا یہ اس امر کی دلیل ہے کہ یہ سب حالات موجودہ کے اقتضا  
کا نتیجہ ہیں، اگر کیفیات و حالات ایسے نہ رہیں تو صورتیں اور شکلیں بھی پھر اس طرح نہیں رہ سکتیں  
ان میں بھی تبدل و تغیر لازمی ہے، اس طریقہ پر وجود وستی کا نہایت وسیع سلسلہ بناتی و حیوانی منزلیں  
طے کرتا ہوا انسان تک آتا ہے، اور موالید ثلاثہ کے جوق کے جوق تدریجاً باہم ایسے ملتے اور آپس  
جذب ہوتے ہوئے چلے جاتے ہیں کہ جن میں نہ کوئی درز نظر آتی ہے اور نہ اس انضمام و اتصال  
کا مطلق احساس ہوتا ہے، بہر صورت فلسفہ استقراریہ نہایت کار آمد اور مفید ایجاد ارسطاطالیس  
کے زور دانش کا نتیجہ ہے، اس ایجاد کی زبردستی کا ثبوت اگر تلاش کرنا ہو تو اس کے واسطے  
سائنس کی اس وقت تک کی روئداد ترقی کی یادداشتیں قابل مطالعہ ہیں، ارسطاطالیس استقرار  
کے قدیموں سے جزئیات کی پستی کی خاک چھانتا ہوا کلیات کی بلندی تک پہنچتا ہے،

مگر افلاطون کا طرز تحقیق اس کے عکس و ضد خیال کرنا چاہئے، وہ ابتدا ہی سے کلیات کی  
بلندی پر چڑھ کر تحقیق کی دور میں سے دیکھ بھال کرنے کا خوگر ہے، اس کے یہاں کلیات آغاز  
تحقیق کیا جاتا ہے، اور پھر جزئیات کا استخراج عمل میں آتا ہے، گویا یہ اوج کلیات سے جزئیات  
کے نشیب میں اترتا ہے، اس کا طرز تحقیق ایک خیالی تصویر سامنے رکھ لیتا ہے، اس کے بعد اس  
تخیل و تجریر سے اس کی تفصیل تک پہنچنے کی کوشش کی جاتی ہے، افلاطونی روش کی بنا تخیل پر ہے  
اس لئے اس سے نتائج بہت جلد ہاتھ آتے ہیں، محض استخراج نتائج کی سرعت اگر قابل تحسین و تائید



قرار پا سکتی ہے تو اس میں کلام نہیں کہ افلاطون کی نوعیت تحقیق ایک ایسی اعلیٰ درجہ کی مشین کے برابر ہے جو بقیہ نتائج کے سکون کے انبار لگانے میں اپنا مثل و نظیر نہیں رکھتی،

افلاطون کا فلسفیانہ طریقہ جو بہت جلد شاندار نتیجہ سامنے پیش کر دیتا ہے، ایسے درخت کے مثل کہا جاسکتا ہے جس کے برگ و بار دور سے تو طراوت بخش اور باصرہ نواز ہوں، لیکن قریب سے دیکھنے پر اس دور کی نظر فروزی سے کہیں زائد ناگوار نظر معلوم ہوں، یہ سچ ہے کہ ارسطو کے یہاں استخراج نتائج میں غیر معمولی صعوبت کے علاوہ تاخیر و درنگ بے حد ہوتی ہے، لیکن تحقیق نتائج استحکام و پائیداری سے مملو ہوتے ہیں، اسی بنا پر ناقدین نے افلاطون کے طریقہ کو ایک نہایت بلند و پر شکوہ قلعہ سے تعبیر کیا ہے جس کی بنیاد ہوا پر قائم ہو، اور ارسطو طائیس کے طریقہ تحقیق کو ایک ایسی مستحکم سنگین عمارت کی مثل تسلیم کیا ہے جو ٹھوس چٹانوں پر بنائی گئی ہو،

ارسطو کے تلامذہ سے امید کی جاسکتی تھی کہ اپنے استاد کے ایجاد کردہ طریقہ کو اور وسعت و وسعت کی کوشش کریں گے لیکن خلاف امید بجائے وسعت کے اسے نہایت محدود و تنگ بنادیا کیونکہ یہ محسوسات کی طرف جھک پڑے اور وہ حکما جو انتخابی کے نام سے مشہور ہوئے، انھوں نے ایک نئی صورت نکالی وہ یہ کہ طبقہ حکماء سے ہر ہر فرقے کی تحقیق و تنقید جو اپنی نظر میں کارآمد معلوم ہوئی اس کا سلسلہ مسلسل کرنے میں مصروف ہو گئے، نوین اور سولہویں صدی کے حکما چونکہ زیادہ تر ان کے تصانیف کے مطالعہ اور ان کی شرح کرنے میں نہمک رہتے تھے، اس بنا پر ان کی یہ دیدہ ریزی رالگان نہ گئی، اور اس دور میں اگرچہ زیادہ نہیں مگر کچھ تھوڑی بہت ترقی فلسفہ میں ضرور ہوئی اگر یہ حکما ارسطو طائیس کے معین کردہ اصول کی پوری پوری پابندی کرتے تو یقیناً ترقی کی دورانیہ بہت آگے نکل جاتے، لیکن قیامت یہ سدا رہ ہو گئی کہ ان کی تحقیق ہوا و یکسان نہ تھی، بیشتر تحقیق وقت عمل تحلیل کو بالکل نظر انداز کر دیا جاتا تھا، جب ہی افلاطون کی سخت ٹھوکرین لگتی تھیں آج

کبھی اصول معینہ کے بحاطے تحقیق کی ابتدا تحلیل سے شروع کی جاتی تھی تو اس کا نتیجہ معیار صحت پر ایسا عجیب و غریب ہوتا تھا کہ جس میں بال بھر بھی کمی بیشی ممکن نہ تھی، اس فرقہ کی یہی کمی بھی کبھی کے صحیح اصول و قواعد کی پوری پوری پابندیان ایسی تھیں جو ترقی پسیر کے نام سے موسوم ہوئیں،

فلسفہ میں مدتی اسی کج دار و مرز کا سلسلہ یوں ہی چلا آتا تھا کہ سترہویں صدی وی کارٹ اور یکن کو لے ہوئے آئی یہ دونوں اصلاح فلسفہ کا بیڑہ اٹھائے اس کے ساتھ ساتھ تھے، ان عقل کے تیلوں نے فلسفہ کو خود زائد اور اسقام سے پاک صاف کرنے میں ان تھک کوشش کی، نہایت کدو کاوش کے بعد تحصیل فلسفہ کے لئے اہم ہدایات کا انھوں نے ایک نہایت مفید دستور العمل بنایا، مثلاً آغاز تحقیق میں بہ احتیاط عمل تحلیل کا استعمال دار تحلیل سے باہر کے داخل شدہ اجزا کا ترک اور عدم استعمال ختم تحقیق پر تحلیل کے بعد عمل ترکیب کا استعمال ان ہدایات مفیدہ کے دستور العمل کی ابتدا میں تنبیہ کے عنوان سے اس امر کا بھی اظہار کر دیا کہ اگلے فلاسفہ اپنی تحقیقات کے سلسلہ میں عمل تحلیل و ترکیب دونوں کو ایک ساتھ نہ استعمال کرنے کی وجہ گرداب افلاطون میں ایسے پھنسے کہ پھر صحت و ترقی کے ساحل تک نہ پہنچ سکے، اور مدت تک اسی طریقہ تحقیق کی غلطی نے فلسفہ کے منہ پر حقیقی ترقی کا دروازہ بند رکھا، اسی وجہ سے تحقیق کے وقت مذکورہ ہدایتوں کی پوری پوری پابندی نہایت ضروری ہے،

ڈی کارٹ نے اس کے لئے خاص طور پر قوانین اربعہ کا ایک نہایت سودمند قانونچہ تیار کیا،  
**پہلا قانون**، جب تک کسی چیز کا علم صحیح نہ ہو اس وقت تک اسے صحیح نہ تسلیم کرنا،  
**دوسرا قانون**، زیر تحقیق اشیاء کی تحصیل میں ممکنہ کوشش صرف کرنا،  
**تیسرا قانون**، بسیط خیالات سے مرکب خیالات کی طرف آنا،  
**چوتھا قانون**، کل اجزائے تحلیلی کا نہایت دقت نظر سے بار بار جائزہ لیکر ترکیب میں شامل کرنا،



## صحیح مسلم کا ایک سیم نسخہ مستان

از

مولوی امتیاز علی خان صاحب عسری رام پوری

رامپور انسٹیٹ لائبریری میں مسلم شریف کا ایک عتیق نسخہ محفوظ ہے،

یہ نسخہ جمادی الاخریٰ ۸۷۲ ہجری میں لکھا گیا ہے، دو فاضلون نے ملکر کتابت کی ہے، پہلی جلد کے کاتب کا نام محمد بن احمد بن محمد، اور دوسری کا ابراہیم بن حاجی سلیمان بن محمد بن یحییٰ ہے، مقام کتابت "قلعہ دارالامان" ہے، جلد ثانی کے خاتمہ پر یہ عبارت تحریر ہے،

"تم المجلد الثانی من صحیح مسلم من یوم الجمعۃ الخامس من جمادی الاخریٰ سنۃ سبع و ثمانین و سبع مائۃ بقلعۃ دارالامان، حاکم اللہ تعالیٰ عن الحدیثان، بید العبد الضعیف المحتاج الی رحمة اللہ الاحد، محمد بن احمد بن محمد، حامدا و مسندا مستحضرا کتابت کے ساتھ ساتھ اقراءت بھی جاری رہی تھی، ہر سبق پر حاشیہ میں تاریخ اور سنہ لکھا ہے، غائب دوسری جلد ہی کے خاتمہ پر یہ عبارت درج ہے،

بلغ سماع من لانا وحبنا و محمد و منا، احد العلماء الا عظیم اکا کرامہ مجمع انواع من المباح والمعاخر و الفضائل والمعالی والکمالات العلمیۃ و العلمیۃ، شمس الملة والدين بن من لانا الاعظم عماد، بنا و الافادۃ، علی اللہ تعالیٰ شئینما، و اوضح براہینہما

اس کے بعد چند فقرات اور تحریر ہیں جنہیں میں نے سمجھ سکا، غائب شمس الدین نقب ہے، اور وہ نام ہے جو اس طرح لکھا گیا ہے کہ پڑھا نہیں جاتا، لیکن ہر محمد ہو، اس کے آئندہ حاشیہ پر جگہ جگہ محمد و عماد تحریر ہے،

فی الثانی عشر من جمادی الثانیہ، والحمد للہ کلہ

اس نسخہ کی تصحیح اور مقابلہ چار نسخوں سے کیا گیا ہے، جاہا حاشیہ پر، اختلاف متن کے ساتھ، نسخوں کے جو بھی دیے ہیں، ان میں سے قابل ذکر تین نسخے ہیں،

۱) نسخہ مغربیہ، (۲) حافظ اسماعیل اصفہانی کا نسخہ، (۳) حافظ عبد الغنی مقدسی کا نسخہ،

متعدد مقامات پر حاشیہ میں حل لغت، یا تشریح وغیرہ بھی لگائی ہے، محشی نے اپنا نام محمود عماد لکھا ہے،

یہ غائب دہی صاحب میں جنہوں نے یہ کتاب پڑھی ہے،

کتاب کا خط ضاف نسخ ہے، کل صفحات تقریباً ۵۴۲ ہیں، اور ہر صفحے میں ۳۰ سطریں ہیں،

کتاب میں دو جگہ سلطان محمود گجراتی کی مرثیت ہے، ہر کار رسم الخط، طغرائی نسخ ہے، اس لیے میں

پوری عبارت ہنیں پڑھ سکا، اس قدر صحت پڑھا جاسکتا ہے،

الحاقان بن الحاقان، السلطان محم دخلد اللہ، ملکہ و سلطانہ،

ہر کے نیچے شکر ف سے تحریر ہے :-

ہر سلطان محمود گجراتی،

سرورق پر، متعدد دستخط اور مواہیر ثبت ہیں، جنہیں قابل ذکر یہ ہیں،

لے طبقات الحافظ ذہبی میں لکھا ہے :-

ابوالفتح اسم حافظ شیخ الاسلام اسماعیل بن محمد بن الفضل بن علی، قرشی اصفہانی، ملقب

برقوام السنۃ منصف الغریب والترہیب، ۷۵۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۸۲۵ھ میں وفات پائی، ابن مردودہ وغیرہ سے حدیث

پڑھی، ابن عساکر، صاحب تاریخ دمشق ان کے شاگرد ہیں، امام احمد کے بعد بغداد میں ان سے زیادہ فاضل اور

برامانہ حدیث، نہیں داخل ہوا، لے حافظ عبد الغنی المقدسی الدمشقی، صاحب المقایف ۸۵۰ھ میں پیدا ہوئے

اور ۸۸۵ھ میں وفات پائی، دارقطنی کے بعد ان جیسا محدث نہیں ہوا، حدیث میں بہت سی کتابیں تصنیف کی

ابن (طبقات الحافظ ذہبی)



سلطان شہاب الدین غوری، ہندوستان رسیدہ

سلطان محمد تغلق ۷۵۰ھ ہجری میں فوت ہوا ہے، فرشتہ سے اس قدر معلوم ہوتا ہے، کہ محمد تغلق نے ملک الملوک عماد الدین کو ۷ لاکھ تنگہ اور اپنے استاد عضد الدین کو ۷ لاکھ ایک دن میں عطا کیے تھے، غالباً یہی مولانا عماد بن، جنکا ذکر تذکرہ علماء ہند میں آیا ہے، اور جن کے صاحبزادے کا سماع، مسلم شریف کے زیر بحث نسخہ سے ثابت ہوتا ہے،

۷۵۲ھ سے لیکر ۷۹۹ھ تک، فیروز شاہ نے حکومت کی ہے، اس لیے اس نسخہ کا عہد کتابت فیروز شاہی عہد سلطنت کے مطابق ہے،

سلطان محمود گجراتی جس کی مہر ثبت ہے داؤد شاہ کو معزول کر کے ۷۵۰ھ ہجری میں گجرات کے تخت پر بیٹھا اور ۷۹۹ھ کو فوت ہو گیا، نوین صدی کا آخری حصہ، اس کے لیے آسودگی کا زمانہ تھا، چنانچہ ۷۵۰ھ میں احمد آباد کی چار دیواری تعمیر کرائی، اور دروازہ پر ”من دخلہ کانت امتا“ کندہ کر کے نصب کیا، لہذا اس نسخہ کو تقریباً اسی زمانہ میں اس کے شاہی کتابخانہ میں داخل ہونا چاہیے،

بعد ازیں عہد حکومت گجرات میں خانخاناں نے، اس کو بہم پہنچایا، اور دارالامان احمد آباد کے کتابخانہ خاص میں داخل کر دیا، جو آہستہ آہستہ دہلی اور دہلی سے رامپور گیا،

ذکورہ بالا بیان سے یہ بات بالخصوص معلوم ہوتی ہے کہ صحاح میں سے کم از کم صحیح مسلم کے چار معتمد نسخے، آٹھویں صدی کے آخری حصہ میں ہندوستان کے اندر موجود تھے، جنہیں حافظ عبد الغنی مقدسی متوفی ۷۵۰ھ صاحب المصباح، نہایت المراد، الکمال، اور العمدۃ، اور حافظ شیخ الاسلام اسمعیل الاصفہانی متوفی ۷۵۰ھ صاحب الترغیب والترہیب کے نسخے خاص طور پر قابل ذکر ہیں، یہ نسخے آج موجود ہوتے تو ہزار ہا

۷۵۰ھ فرشتہ، مقالہ ۱۲۲، ۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰،

۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴



روپے کے عوض بھی ارزان تھے۔ لیکن سرزمین ہند کی بد قسمتی نے ملک و دولت کے ساتھ علمی جواہر ہندوستان سے بھی ہمارا دامن خالی کر دیا۔

معارف فروری ۱۹۲۹ء میں نواب صدر یار جنگ بہادر دامت غلطہ نے بھی امام ہمام مسلم انیشیائیہ کی جامع مسجد کے ایک قلمی نسخہ سے تعارف کرایا ہے۔ یہ نسخہ نواب صاحب محدوح کے کتابخانہ میں موجود ہے اور عہد عالمگیری کے شاہی عہدہ دار روح الامین خان کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔

مضمون کے شروع میں علامہ سید سلیمان ندوی دامت غلطہ کا ایک نوٹ ہے جس میں علامہ موصوفی نے ہندوستان میں اشاعت حدیث کی تاریخ متعین کی ہے۔ اس کا ماحصل یہ ہے،

(۱) نویں صدی ہجری تک ہندوستان میں صرف مشارق الانوار کا نسخہ نظر آتا ہے۔

(۲) عہد اکبری میں کتب حدیث میں سے شامل کا نسخہ غالباً ہندوستان پہنچ چکا تھا، ملا عبد الباقی اور ملا

یعقوب حجازی حدیث پڑھ کر آئے تھے، وہ اپنے ساتھ لائے ہوئے،

(۳) سب سے پہلے شیخ عبدالحق محدث دہلوی، عرب سے کم از کم ہشکوة، موطا، امام مالک، صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے نسخے لائے،

(۴) سلاطین تیموریہ کے کتابخانہ سے حدیث کا کوئی نسخہ برآمد نہ ہوا، امین نے اس نظر سے خاص طور سے یورپ اور ہندوستان کی مطبوعہ فرستیں دیکھی ہیں،

(۵) لیکن بنگالہ میں خواجہ علی شروانی (۱۷۹۵ء) نے صحیح بخاری کا ایک نسخہ علامہ الدین شاہ حین کی نذر گزارا تھا جو خود خواجہ کی لکھا تھا۔

مگر رامپور کے نسخہ سے ان مقدمات کی تائید نہیں ہوتی، اس لیے

(۱) اگر زیر بحث نسخہ محمد تغلق کے عہد میں ہندوستان کے اندر چار نسخوں سے لکھا گیا ہے، اور سلطان محمد گجراتی کے شاہی کتاب خانہ میں رکھا گیا ہے، اگر کے امراء تک پہنچا، گو یا اٹھویں صدی کے وسط سے گیارہویں صدی

کے شروع تک امراء کے پاس سے علماء کے دامن میں، اور علماء کے ہاتھ سے بادشاہوں کے کتابخانوں میں منتقل ہوتا رہا ہے، اس لیے نویں صدی ہجری تک ہندوستان میں صرف مشارق الانوار کا وجود صحیح نہیں، کم از کم صحیح مسلم یقیناً موجود ہے،

(۲) ملا عبد الباقی اور ملا یعقوب عثمینی حجاز گئے تھے، یہی زمانہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے سفر حجاز کا ہے، اس حساب سے تقریباً ۲۰۰ سال پہلے سے مسلم شریف موجود ہے۔ یہ ممکن ہے کہ شامل ہندوستانی ہو، اور ملا صاحبان کی نظر انتخاب نے اسے یہاں لانے کے لیے پسند کر لیا ہو،

اگر کے آخری عہد میں یا زیادہ سے زیادہ وسط میں محدث دہلوی حدیث کی کتابیں لیکر آئے ہوں لیکن ان میں ملا عبد الباقی کے گھر اپنے ابتدائی عہد میں اکبر حدیث پڑھنے جاتا تھا، آخر وہ کون سی حدیث کی کتاب ہو سکتی ہیں، صرف مشارق کب تک سیراب کر سکتی تھی، یہ لوگ حنفی تھے، لیکن اس وقت تک اہل حدیث و اہل فقہ میں اس قدر جنگ آزمائی نہ ہوتی تھی، کہ فقہاء احادیث سے بھی بیزار ہو جاتے،

(۳) یہ بجا ہے، کہ سلاطین تیموریہ کے ہاں احادیث کا ذخیرہ، کتاب خانہ کے شایان شان نہ تھا، لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہو سکتا، کہ صحاح بھی موجود نہ ہوں، اس لیے کہ کم از کم صحیح مسلم تو ہمارے پاس موجود ہے، جو خود ان کا جاہ و خشم اور ذوق علم معائنہ کر چکی ہے،

(۴) بنگالہ کے علاوہ ہندوستان کے اور صوبوں گجرات وغیرہ میں بھی احادیث کی کتابیں مروج تھیں، لیکن کیا اب ضرور ہوں گی، یہ خواجہ کی عقیدہ تندی تھی کہ اس نے بخاری شریف اپنے ہاتھ سے لکھی،

واللہ اعلم بحقیقۃ الحال



## ضمیمہ

حضرت علامہ دامت شمس فضلہ باز فہ!

گرامی نامر ملا، انشاء اللہ آئندہ پورا نام لکھا کروں گا، مولانا محمود عداد کے متعلق مزید تحقیق کی  
نویں صدی کے بزرگ معلوم ہوتے ہیں، اس لیے کہ حاشیہ میں متن کی اس عبارت پر  
حد ثنا سعید بن منصور، ثنا می مدی بن میمون عن ابی الوانج عن جابر بن  
تحریر کیا ہے، اظن الصواب سقوط عن، لان ابی الوانج هو جابر بن عمرو، کما یفہم من التقریب  
والنقیب،

غالباً اس سے مراد، عقلانی کی تقریب التہذیب ہے، جو ۸۲ھ میں لکھی گئی ہے، اس لیے محمود عداد  
عقلانی کا حصہ یا ان سے بعد ہونا چاہیے،

نسخہ کے متعلق ایک نئی بات اور معلوم ہوئی، یہ ایک اور نسخہ سے بھی صحیح کیا گیا ہے، کاتب یا محشی  
کو صاحب الجلودی کا نسخہ کتا ہے، محشی کی عبارت یہ ہے،

”کھانی نسخہ معتمدہ، احدا عن قرأت علی صاحب الجلودی“

مضمون میں شاہ محمود گجراتی کی لہر کا ذکر آیا ہے جسکی عبارت اس وقت میری سمجھ میں نہ آئی تھی مزید غور سے یہ شعر چھانچا  
تا بلورج آسمان باشد ستون مہر دہاہ جاودان باد نشان خاتم محمود شاہ  
اشاعت حدیث کی تاریخ پر اس کو یقینی روشنی پڑتی ہے، خدا کرے جناب کی مزید تحقیق سے تاریخ ہنر محمد تعلق ہی پر قرار پکڑے  
ورنہ ہندوستان کے دامن پر سے یہ دھبہ چھوڑا یا نہ جاسکے گا،

تحقیق فرماتے وقت جناب آغا شمس الدین اور قلعہ دارالامان سب پر نظر رکھیں لیکن یہ قلعہ دارالامان، وہی مقام ہے جو  
برباد کر کے موجودہ آباد گجرات آباد کیا گیا ہے، شکل یہ آہرتی ہے کہ اس کا تہذیب ۸۲ھ میں کچھ اور سال قبل لکھا گیا  
”امتیاز“

## معارف

جب تک یہ نسخہ پیش نظر نہ ہو، اور اسکی پوری ورق گردانی نہ کر لی جائے ان مشکلات کا حل مشکل ہے، بہر حال

منقح طلب دو باتیں ہیں،

۱۔ نسخہ کی تاریخ کتابت،

۲۔ اور نسخہ کی تاریخ قرأت،

۱۔ آپ نے جو کچھ معلومات اپنے مضمون میں فراہم کئے ہیں ان سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اس کی کتابت  
کی تاریخ ۸۲ھ ہے، اور جس مقام پر اس کی کتابت ہوئی، اس کا نام قلعہ دارالامان ہے، جو بظاہر احمد آباد نہیں  
ہو سکتا کہ اس زمانہ میں تو گجراتی سلطنت قائم بھی نہیں ہوئی تھی، لیکن اس نام سے کسی اور شہر قلعہ کا نام بھی نہیں  
۲۔ نسخہ کی تاریخ قرأت، نویں صدی ہجری کا اخیر ہے، کیونکہ آپ نے خود نقل کیا ہے کہ حواشی پر قاری  
کے قلم سے تہذیب اور تقریب کے حوالے ہیں، اور یہ دونوں حافظ ابن حجر المتوفی ۸۵۲ھ کی تصنیفات میں  
اس لیے فارسی جگہ نام محمود عداد آپ نے نقل کیا ہے، نویں صدی کے اخیر یا دسویں صدی کے شروع کے آدمی ہونگے، گجرات کے مشاہیر  
علماء میں مولانا عماد الدین طاری شیرازی نام ایک بزرگ اسی زمانہ میں ملتے ہیں، جو حضرت شاہ عالم المتوفی  
۸۵۲ھ کے مرید ملک قطب الدین کے مرید تھے، اور ملا وجیہ الدین گجراتی المتوفی ۹۹۸ھ اور قاضی علاء الدین  
گجراتی ان کے مشہور شاگرد تھے، تاریخ علماء سے ہند صفحہ ۲۷۲ میں ہے،

”مولانا عماد الدین محمد طاری، طارم در حوالی شیراز است، از انجا گجرات آمدہ بخد مت ملک قطب الدین

کہ فیض خاص حضرت سید محمد المشہور شاہ عالم بودند مرید گشت، چنانچہ در علوم ظاہر بے نظیر آفاق

بود، و در علم باطن ہم طاق گردید، و بارشاد و ہدایت خلق مشغول گشت، میان وجیہ الدین

گجراتی از ارشد تلامذہ ویند“

یہ عبارت و مفہوم مرآت احمدی تاریخ گجرات (جلد صفحہ ۷۰) میں ہے، مولانا عماد طاری کی ولادت



غائبانہ جو حضرت شاہ عالم کی وفات کا سال ہے پہلے ہو، کیونکہ انھیں کی دعا سے مولانا کی ولادت کی حکایت بیان کی جاتی ہے،

بہر حال اس نسخہ کو ان مولانا عابد کی طرف منسوب سمجھ کر جو عبد تعلق میں تھے اس نسخہ کو ہندوستان میں ساتویں صدی کا آیا ہوا، اور یہاں چار مشہور نسخوں کی تصحیح و مقابلہ سے تیار ہونا، سرتاپا غلط ہے، جیسا کہ آپ نے خود اپنے بعد کے والانامہ (ضمیمہ) میں تسلیم کیا ہے،

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ مصر یا شام یا حجاز میں کہیں منقول ہوا ہے، اور وہاں سے سلطان محمود گجراتی اول کے زمانہ میں گجرات آیا، اور اکبر کے گجرات فتح کر لینے کے بعد یہ اکبری امراء کے ہاتھ آیا، یہ جو کچھ لکھا گیا ہے قیاس آریاں میں، ضرورت ہے کہ خود مضمون نگار، یا کوئی دوسرے صاحب علم اس نسخہ کی پوری طرح دیکھ کر اپنی رائے ظاہر کریں،

قلعہ دارالامان کے نام سے شہر میں کسی قلعہ کا پتہ نہیں چلتا، کتب جغرافیہ، خط مصر، خط شام اور گجرات کی تاریخوں میں بہت کچھ تلاش کیا، مگر دارالامان کا سراغ نہ پایا،

## الفاروق

یعنی حضرت فاروق اعظم کی لائف اور طرز حکومت، اصحابہ کے فتوحات، طریقہ حکومت، عراق و شام، مصر اور ایران کے فتح کے واقعات حضرت عمرؓ کی سیاست، اخلاق، زہد، عدل اور اسلام کی تعلیم کا شاندار منظر، مولانا شبلی کی یہ بہترین تصنیف سمجھی جاتی ہے، اگرچہ نسخہ شدہ صورت میں معمولی کاغذ پر اس گران پائیہ کتاب کے بیسویں ادیشن فرو ہو رہے ہیں، مگر اہل نظر کو ہمیشہ اس کے اعلیٰ ادیشن کی تلاش تھی، مطبع معارف نے نہایت اہتمام و سعی و سلیقہ سے اس کا نیا ادیشن تیار کر لیا ہے جو حرف بھرت نامی پریس کا پور کی نقل ہے، نہایت عمدہ کتابت اعلیٰ چھپائی عمدہ کاغذ دنیا سے اسلام کارنگین نفیس نقشہ بظلالاً ٹائٹل، ضخامت ۳۱۲ صفحے قیمت :- للہ

منیجر

## تلخیص و تبصیر

## مرحوم احمد تیمور پاشا

مصر کے ان جدید تعلیمیافتہ اصحاب میں جنھوں نے گزشتہ ربع صدی میں عربی علم ادب اور اسلامی علوم و فنون کی پیش از پیش خدمت انجام دی، ایک جیسی احمد تیمور پاشا کی ہے، افسوس ہے کہ انھوں نے گزشتہ ماہ اپریل میں وفات پائی، ان کے مفید تالیفات کے علاوہ دقیق علمی مقالات مصر و شام کے ممتاز سالون میں شایع ہوتے رہتے تھے، اور معارف نے بھی ان کے مضامین ایک سے زیادہ مرتبہ اپنے صفحات میں پیش کئے،

احمد تیمور پاشا نو ستمبر ۱۸۷۷ء میں مصر کے ایک متمول کرد خاندان میں پیدا ہوئے، یہ خاندان محمد علی پاشا کے عہد میں موصل سے مصر میں آکر آباد ہوا، اور اس کے مورث اعلیٰ تیمور بن محمد بن اسمعیل کو محمد علی پاشا کے دور حکومت میں حکومت مصر کے دست راست تھے،

احمد تیمور پاشا ابھی چند ہی دن کے تھے کہ ان کے والد اسمعیل تیمور پاشا کا انتقال ہو گیا، اور ان کی تربیت ان کی شاعرہ و ادیبہ بہن عائشہ نے کی، انھوں نے ان کو بچپن ہی میں ایک فرانسیسی مدرسہ "مارسیل" میں داخل کر دیا، چند سال کی تعلیم و تربیت کے بعد جب انھیں عربی علم ادب سے زیادہ شغف ہوا تو فرانسیسی مدرسہ سے نکل کر گھر ہی پر عربی علوم و آداب کی باقاعدہ تحصیل شروع کی اور ان عہد کے مشہور اساتذہ مصر کے سامنے زانوئے ادب تہ کیا، چنانچہ ان کے اساتذہ کی فہرست میں مصر کے ممتاز افاضل شیخ رضوان بن محمد مغلائی، شیخ حسن طویل، شیخ محمد محمود ترکزی، شقیطی، شیخ



محمد عبده اور علامہ طاہر حجازی وغیرہ میں انھیں اساتذہ سے علوم عربیہ صرف و نحو، فقہ، منطق، حدیث اور علوم قرآن میں مہارت حاصل کی اور ان علوم کے ماسوا فرانسسیسی زبان میں خاص دستگاہ پہلے حاصل ہو چکی تھی۔

تحصیل علوم کے بعد انھیں دنیاوی اعزاز و اکرام کا نمایان حصہ عطا ہوا، انھیں خانہ داری میں جو کچھ حاصل تھی اس کی بنا پر "پاشا" کے خطاب سے سرفراز کر کے امور مملکت میں شریک کیا گیا اور مجلس الشیوخ کے رکن منتخب کئے گئے، لیکن انھیں ان امور سے فطرۃً دھچپی نہیں تھی، اس لئے مجلس الشیوخ سے مستعفی ہو کر دیگر علمی و اصلاحی مشاغل میں مصروف ہو گئے، چونکہ موصوف نے شیخ محمد عبده کا فیض صحبت اٹھایا تھا، اس لئے اصلاحی کاموں سے ان کو زیادہ دھچپی تھی، چنانچہ اپنے ہم عصر سے مستعفی ہو کر اپنا کافی وقت "جمعية المدایة الاسلامیہ" کی خدمت میں صرف کرنے لگے، پھر "جمعية الشان السلیس" کے نام سے ملک کے مختلف اہل علم کی معیت میں ایک انجمن کی بنا ڈالی، اور اس کے سرگرم کارکن رہے۔

اور اپنے علمی مذاق کے لحاظ سے مصر و شام کی اہم علمی انجمنوں "دار الآثار العربیہ" "المجمع العلمی المصری" اور "المجمع العلمی العربی دمشق" وغیرہ کے بھی رکن تھے، اور ان اداروں کی طرف سے عربی علم و ادب کی جو کتابیں شائع ہوتی رہیں ان کی تصحیح و مقابلہ و تحشیہ میں معاونت کرتے، چنانچہ عربی علم و ادب کی مشہور کتاب "کتاب الاغانی" کا معتد بہ حصہ انھیں کی زیر نگرانی شائع ہوا ہے، اور ان انجمنوں کی طرف سے مصر و شام کے جو ممتاز رسائل "المقتبس"، "النار"، "الزہراء"، اور "المجمع العلمی العربی" وغیرہ بطور آرگن شائع ہوتے ہیں، ان میں ان کے علمی مضامین برابر شائع ہوتے رہتے،

موصوف کا سب سے زیادہ زندہ علمی کارنامہ ان کا مشہور کتب خانہ "کتب خانہ احمد تیمور پاشا" ہے، انھیں کتابوں کے جمع و ترتیب کا خاص ذوق تھا، اپنے عہد شباب ہی سے انھوں نے فلسفہ

اور نادر کتابوں کا ذخیرہ جمع کرنا شروع کیا جس کا سلسلہ زندگی کے آخری لمحوں تک قائم رہا،

"کتب خانہ احمد تیمور پاشا" میں کتابوں کی تعداد اگرچہ ۱۵ ہزار سے زیادہ نہیں ہے لیکن

جس قدر کتابیں ہیں ان کا معتد بہ حصہ نادر کتب کتابوں پر مشتمل ہے جو اولاً مصر، شام، شمالی افریقہ

اور دیگر مقامات کے مختلف گوشوں سے بے دریغ روپیہ صرف کر کے حاصل کی گئیں، علاوہ ازیں

مشرق و مغرب کے مشہور کتب خانوں میں جو نادر کتب دستی نسخے تھے، ان کی نقل منگائی گئی، اور جن کی

نقل نہ کی جاسکی، ان کے فوٹو حاصل کئے گئے، چنانچہ اس طریقہ سے اس کتب خانہ میں شمالی افریقہ،

شام، یمن اور حجاز کے کتب خانوں کے نادر نسخوں کی نقل حاصل کرنے کے علاوہ یورپ کے کتب خانوں

میں سے قسطنطنیہ، پیرس اور روما وغیرہ سے نسخوں کی نقلیں حاصل کی گئیں، یہاں تک کہ رفتہ رفتہ اس کتب خانہ

میں ایسا ذخیرہ جمع ہو گیا کہ مصر کے بعض اہل علم کا خیال ہو کہ "کتب خانہ احمد تیمور پاشا" مصر و شام کے

دوسرے کتب خانوں "دار الکتب مصریہ قاہرہ" اور "مکتبہ ظاہریہ دمشق" وغیرہ سے زیادہ بہتر ہے،

احمد تیمور پاشا نے اپنی زندگی ہی میں اس کتب خانہ کے لئے ایک شاندار عمارت تعمیر کی، اور پورے

کتب خانہ کو وقف عام کر دیا، اور اس کے اخراجات اور کتابوں میں مزید اضافہ کے لئے جائداد کا ایک

مستقل حصہ الگ کر دیا،

موصوف کو زیادہ تر علم ادب لغت اور تاریخ عرب و اسلام وغیرہ سے خاص شغف تھا،

اس لئے ان کی تصانیف بھی زیادہ تر انھیں علوم کے دائرہ میں ہیں، ہم ذیل میں المنار اور المصطفیٰ

وغیرہ سے ان کی تصانیف و رسائل کا ایک نقشہ پیش کرتے ہیں،

۱۔ کتاب معجم اللغة العامیہ مصریہ یہ خیال پیدا ہوا تھا کہ مصر کی عامیانہ زبان

کو علمی زبان قرار دیا جائے اور فصیح عربی کے بجائے اسی زبان کو قبول کر لیا جائے، مصنف اس

باعت کے ہم خیال نہ تھے، اور انھوں نے پوری کاوش سے مصر کی عامیانہ زبان پر عبور حاصل کیا



اور عامی الفاظ کے عربی و غیر عربی ہونے کی تحقیق کی، اور اس زبان کے غیر علمی ہونے کے ثبوت بہم پہنچا اور اسی سلسلہ میں عامی زبان کا ایک لغت تیار کر لیا، اور پھر اس کا ایک ذیل بھی لکھا،

۲۔ کتاب معجم الفوائد، یہ مصنف کے اثنائے مطالعہ کے اقتباسات کا مجموعہ ہے جو مختلف علمی و ادبی مباحث پر مشتمل ہے، ان تمام مباحث کو یکجا کر کے ان پر حواشی و تعلیقات لکھے گئے، اور سب کو ایک مرتب شکل میں جمع کیا گیا ہے،

۳۔ ترجمہ ابی العلاء المعری، اس میں مشہور عرب شاعر ابوالعلاء معری کے سوانح حیات ہیں، اور اس کے مختلف فیہ حالات خصوصاً اس کے عقائد پر جامع تنقید کی گئی ہے، علامہ رشید رضا مصری کا خیال ہے کہ ابوالعلاء معری پر اس سے بہتر مجموعہ اب تک شایع نہیں ہوا،

۴۔ کتاب وفيات القرنين الثالث عشر والرابع عشر للهجرة، یہ قدیم عرب مورخین کے طرز پر تیرہویں اور چودھویں صدی کے اہل علم کے حالات میں ہے،

۵۔ مفتاح الخزانہ یہ بغدادی کی خزائنہ الادب کی جامع فہرست مضامین ہے،

۶۔ نظریۃ تاسر بحیثیۃ فی حدود المذاہب الاسلامیۃ، یہ فقہ اسلامی کے مذاہب اربعہ کی ابتدا اور عہد لعبد کی تدریجی ترقی اور مختلف ممالک میں ان کے نشر و اشاعت کی ایک مختصر جائزہ تیار ہے، اس رسالہ کا اردو ترجمہ معارف کی کسی گذشتہ جلد میں کئی نمبروں میں شایع ہو چکا ہے،

۷۔ رسالۃ تاسر بحیثیۃ فی فرقہ یزیدیہ، یہ فرقہ یزیدیہ کے حالات میں ہے،

۸۔ رسالۃ العلم العشمانی، یہ عثمانی پرچم کے اصل اس کے ماخذ اور اس کی گذشتہ تاریخ اور پھر اس سے مصری پرچم تیار کرنے کے حالات میں ہے،

۹۔ رسالۃ قبر سیوطی، یہ قبر کی تحقیق و حالات میں ہے،

۱۰۔ رسالۃ تنقیح لسان العرب، عربی کے مشہور لغت لسان العرب کی تصحیح و تنقیح،

۱۱۔ رسالۃ تنقیح القاموس المحيط۔ اس میں عربی کے دوسرے مشہور لغت قاموس کی تنقیح و تصحیح کی گئی ہے،

۱۲۔ ذیل طبقات الاطباء۔ یہ طبقات الاطباء ابن ابی اصیبعہ کا ذیل ہے، جس میں اطباء اور علما کے حالات ہیں،

۱۳۔ التصویر عند العرب۔ اس میں عربوں کے فن مصوری پر بحث کی گئی ہے،

۱۴۔ الآثار النبویہ، اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موعے مبارک اور دیگر متبرک آثار کا تذکرہ ہے جو مختلف مقامات میں محفوظ ہیں،

لیٹن افسوس ہے کہ بحرچند مضامین اور رسائل کے ان کی تالیفات کا معتد بہ حصہ ابھی تک قلمی ہے، اگرچہ ان میں سے ہر ایک اپنی اپنی جگہ مرتب ہو چکی ہے، مگر مصنف کا مشغلہ اصلاح، ترسیم و اضافہ کا ایک مستقل سلسلہ جاری تھا جس کی وجہ سے مصنف کو ایسی تسلی نہ ہو سکی کہ وہ کتابیں پریس کے حوالہ کیا تھیں، اب توقع ہے کہ ان کے صاحبزادے اسماعیل بک وغیرہ جو ان کے صحیح جانشین ہیں ان کی تالیفات کو جلد تر شایع کریں گے،

”ر“

## اسلام میں قوانین میں الدول

ڈاکٹر ارمنازی نے اس موضوع پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے، اور اس کی تصنیف پر پریس سے انکو قانون کی ڈاکٹری کی ڈگری ملی ہے، یہ کتاب فریچ میں ہے، لیکن ڈاکٹر ارمنازی نے عربی میں بھی اس کا ترجمہ کیا ہے، جو عنقریب چھپے گا، المقطف نے اس کا ایک ٹکڑا شایع کیا ہے، جس کی تلخیص ہے،

اس زمانہ میں قوانین سلطنت سے وہ تمام قواعد مراد ہیں، جن سے سلطنتوں کے باہمی حقوق و فرائض کی تعیین ہوتی ہے، لیکن اس موقع پر ان قواعد سے ہماری مراد وہ قواعد ہیں جن کی پابندی



جنگ بیت المال کی آمدنی کا ایک بڑا ذریعہ ہے، قدامہ ابن جعفر اور یحییٰ بن آدم نے بھی اس موضوع پر کتابیں لکھی ہیں،

اس موضوع پر قاضی ابوالحسن ماوردی کی کتاب احکام السلطانیہ بھی عمدہ کتاب ہے جو زیادہ تر مذہب شافعی کے مطابق لکھی گئی ہے، اور اس میں سلطنتوں کے عام قوانین کا بیان ہے جہاں قانون جنگ بھی داخل ہے، اور جہاد و خراج و جزئیہ اور غنیمت کے سلسلے میں انھوں نے اس کا ذکر کیا ہے، اسی موضوع پر اسی نام کی ایک کتاب قاضی ابویعلیٰ نے حنبلی مذہب کے مطابق لکھی جس کا ایک خط نسخہ دمشق کے کتب خانہ ظاہریہ میں ہے،

یہ قوانین جنکو ہم فقہ اسلامی کا ایک جزو قرار دیتے ہیں، قانون خاص، قانون عام، قانون داخلی، قانون دولی سب کو شامل ہیں، عرف و عادت کوئی چیز ان سے مستثنیٰ نہیں ہے، سلطنتوں کے ساتھ افراد سے بھی ان کا تعلق ہے،

ان قوانین کا اصلی مآخذ تو وحی الہی ہے، اور اس لحاظ سے ان میں تغیر و تبدیلی کی گنجائش نہیں، لیکن فقہ ایک نہایت وسیع چیز ہے، جنہیں عبادات، معاملات، تعزیرات، سیاسیات، اجتماعیات سب داخل ہیں، اس لئے وحی ان تمام قواعد کا مآخذ نہیں ہو سکتی، ابتداء میں تو بے شبہ مسلمان صرف حدیث و قرآن پر قانع رہے، لیکن جب فتوحات کو وسعت ہوئی، نئی نئی ضرورتیں پیدا ہوئیں، اور مسلمانوں کو نئی یا نسبتہ قومیوں سے سابقہ پڑا تو انھوں نے فقہ کے قواعد میں اجماع اور قیاس سے کام لیا، اور عام ضروریات کے لئے عرف و عادت کے مطابق قوانین بنائے، اسلام کا سب سے بڑا قاعدہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے، اور امر بالمعروف کے معنی یہ ہیں کہ جو چیز لوگوں میں متعارف ہو، اس کی پابندی کی جائے، اور نہی عن المنکر کے معنی یہ ہیں کہ لوگ جس چیز کو ناپسند کرتے ہیں اس سے احتراز کیا جائے، اسلام کے جو قواعد و میون، عبرانیون اور تمام قدیم قوموں سے مشابہ ہیں، اس کی وجہ

مسلمانوں پر غیر مسلموں کے معاملے میں خواہ وہ ان سے برسرِ پیکار ہوں یا انھوں نے ان سے مصالحت کر لی ہو، وہ اشخاص ہوں یا غیر مسلم سلطنت ہو، دارالاسلام میں ہوں یا دارالاسلام سے باہر ہوں، ضروری ہے، انہیں قواعد میں مرتد باغی اور راسخین بھی داخل ہیں، فقہ کی کتابوں میں ان قواعد کو سیر کے لفظ سے تعبیر کیا ہے، جو سیرت کی جمع ہے، جس کے معنی یہ ہیں کہ غیر مسلموں کے ساتھ مسلمانوں کا برتاؤ کیا ہونا چاہئے، اس بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اللہ نے ابتدا ہی سے قوانین سلطنت کی بنیاد ڈال دی تھی، گو یہ بنیاد زیادہ تر قوانین جنگ سے تعلق رکھتی ہے،

اسلام کو ابتدا ہی سے دشمنوں کے ساتھ سابقہ پڑا جنہیں سے بعض کے ساتھ اس نے جنگ کی اور بعض کی طرف مصالحت کے لئے ہاتھ بڑھایا، اس بنا پر اس نے جنگ و صلح کے قواعد ابتدا ہی سے بنائے، اور اسلام کی ترقی اور فتوحات کی وسعت کے ساتھ وہ روز بروز ترقی کرتے گئے، بہت سے یورپین مورخین نے یہ ثابت کیا ہے کہ فقہ اسلامی میں جنگ کے تمام اصولی قوانین موجود ہیں، اور وہ صرف فتح و غنیمت تک محدود نہیں ہیں، بلکہ انکس کی تعیین اور اشیاء ممنوعہ تجارت وغیرہ کو بھی شامل ہیں، اور آج ان کے متعلق جو قواعد موجود ہیں، ان میں اور ان میں صرف نام کا فرق ہے،

فقہ اسلامی کی تمام شاخوں کی کتابوں میں باب الجہاد و السیر میں ان تمام قواعد کی تفصیل ہے، جنہیں بہترین کتاب امام محمد کی کتاب السیر الکبیر ہے، جس کی بسیط شرح شمس الاممہ سرخسی نے کی ہے، یہ ایک نہایت بڑا معلومات کتاب ہے جس میں اس فن کے اصولی اور نادر مسائل مذکور ہیں، اور وہ صرف مذہب حنفی تک محدود نہیں ہے، بلکہ اس میں دوسرے ائمہ کے مذاہب کی تنقید بھی کی گئی ہے، امام ابو یوسف نے ہادی بن رشید کے لئے کتاب الخراج لکھی ہے، جس کو قانون مال کی کتاب کہنا زیادہ موزوں ہے، اس میں انھوں نے صلح و جنگ کے بہت سے مسائل سے بھی بحث کی ہے کیونکہ



یہی ہے کہ جن ملکوں میں اسلام نے نشوونما پائی ان میں ان قواعد پر عمل کیا جاتا تھا، لیکن اسلام نے ان کو مٹانا نہیں چاہا، کیونکہ وہ سوسائٹی کے لئے مفید تھے، اس بنا پر ہم نہایت بلند آہنگی کے ساتھ کہتے ہیں کہ اسلام نے اور قوموں کے تمدن کی ترقی میں رکاوٹ نہیں پیدا کی بلکہ ان کی قدیم چیزوں کو قائم رکھ کر قدیم و جدید قوانین کے درمیان ایک سنہری کڑی بنگیا، آج یہ قواعد بہت سی مختلف قوموں کے قوانین کا ماخذ اسی لئے بنے ہوئے ہیں، کہ اسلام کا اخلاقی نظام ان کے اوصاف و خصوصیات کو فنانہیں کرتا تھا،

”دع“

## خلفائے اشدین

از

مولوی حاجی حسین الدین صاحب ندوی

سیرالمہاجرین کا حصہ اول، یہ چاروں خلفائے ذاتی  
حالات فضائل اور مذہبی و سیاسی کارناموں اور فتوحات  
کا آئینہ ہے،

جسم ۲۵۰ صفحہ، قیمت

مکتبہ مولانا محمد علی ندوی پبلشرز

## احبابِ علم

### زمین کی قوتِ جاذبہ پر اقتدار

یہ ایک مسئلہ حقیقت ہے کہ اگر زمین میں قوتِ جاذبہ نہ ہوتی تو اس کی گردش ٹھہری کی وجہ سے اُس پر کی ساری مخلوق فضا میں اڑتی ہوتی، اس کی یہی قوتِ جاذبہ ہے جو فضا میں ہمارے پرواز کرنے کی سب سے بڑی مانع ہے، اس لئے بعض اہل فکر زمین کی قوتِ جاذبہ پر برقی قوتوں کے ذریعہ اس قدر اقتدار حاصل کرنا چاہتے ہیں، کہ انسان ہوائی جہاز وغیرہ سے بے نیاز ہو کر برقی طاقت کی امداد سے بلا تکلف فضا میں اڑتا پھرے،

یہ خیال مدت سے اہل نظر کے سامنے ہے، لیکن ابھی تک اس میں کوئی ادنیٰ کامیابی بھی نہیں ہوئی ہے، لیکن ماہرین فن کی کوششیں جاری ہیں، اور اس نظریہ کے حصول میں ایک جرمن فلسفی ڈاکٹر کوہرستے زیادہ انہماک ہے، یہ خیال آج اگرچہ بظاہر مضحکہ خیز نظر آتا ہے، لیکن اگر زمانہ آئندہ میں اس کو کامیابی حاصل ہوئی تو دورِ حاضر کی ترقی یافتہ سے ترقی یافتہ مدیت ماند ہو جائے گی، کیونکہ اس وقت انسان کے حیطہ اختیار میں ہوگا، کہ وہ سیاروں کو آباد کر سکے، کیونکہ اس وقت ہوائی جہازوں کے وہاں تک نارسائی کا سبب بڑا سبب زمین کی یہ قوتِ جاذبہ بھی ہے، اس لئے اس کی قوتِ جاذبہ پر اقتدار حاصل کرنے کے بعد اس قسم کے بہت سے موانع خود بخود دور ہو جائیں گے، اور اس نظامِ معاشرت میں جو آسانیان پیدا ہو جائیں گی وہ بھی اس وقت تصور سے بالاتر ہیں، مثلاً آپ شش منزلہ مکان کی چھت پر سیڑھیوں اور لفٹ کے بغیر ایک ادنیٰ پرواز میں پہنچ جائیں گے،



## جسم کے عناصر

عام طور پر مشہور ہے کہ جسم کا ہر زندہ کیسہ خون (خلیہ) سات سال میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ لیکن ڈاکٹر اولف پروفیسر روتشٹر نو یورسٹی امریکہ نے اپنے مختلف علمی مباحث میں جسم کے مختلف عناصر کی تبدیلی کے متعلق مختلف رائے قائم کی ہیں، چنانچہ ان کی تحقیقات کا نقشہ حسب ذیل ہے،

تغیر کی مدت

عصر یا مادہ

۲۱ دن

پانی

۲۲

نمک

۲۹۰

نروجن

۳۰۰

لوہا

۸۰۰

فاسفورس

اسی طرح جسم کے اور مختلف کیسے میں جنہیں سے بعض ۲، دن بعض ۲۹۰ دن اور بعض ۳۰۰ دن میں تبدیل ہوتے ہیں، علاوہ ازیں چند ایسے کیسے بھی ہیں جو کبھی تغیر پذیر نہیں ہوتے۔ مثلاً انسانی دماغ کی ساخت جن کیسوں یا خلیوں سے ایک مرتبہ ترکیب پا چکی، وہ اس درجہ پختہ ہے جو تغیر و تبدل کو کبھی قبول نہیں کرتی،

## بچوں کی عقلی نشوونما کی آزمائش

امریکہ کے بعض علمی رسالہ میں ڈاکٹر انارنی کا دہ خطبہ شایع ہوا ہے، جو انھوں نے انجمن ترقی علوم امریکہ میں پڑھا تھا، اس خطبہ میں انھوں نے بچوں کی عقلی نشوونما کے متعلق اپنے تجربات پیش کئے ہیں، انھوں نے ایسے ۶۲ شیرخوار بچوں کو اپنی نگرانی میں لیا جو پیدا ہونے کے ۵ منٹ

کے بعد سے ۵۱ دن کے اندر اس کے سب ان کے پاس پہنچ گئے تھے، چنانچہ وہ اپنے تجربوں سے اس نتیجہ تک پہنچے کہ بچوں کی ذکاوت یا ان کی عقلی جدوجہد آنکھیں کھلتے ہی شروع ہو جاتی ہے اور وہ ابتداءً ان چیزوں اور ان اشیاء کی منتقل و حرکت کے ساتھ ساتھ جو ان کے سامنے آتے جاتے رہتے ہیں، اپنی نظریں گھماتے رہتے ہیں، پھر جو لوگ ان کے پاس زیادہ آنے جانے والے ہوتے ہیں، یا جو چیزیں زیادہ تر ان کے سامنے رہتی ہیں، ان کی طرف ہاتھ پھینکا کر اور ہاتھ سکیر کر اپنی انیسیت کا اظہار کرتے ہیں، اور ان کی یہ سب حرکتیں ان کی فراست و ذہانت پر دال ہوتی ہیں جس کیچہ میں جس قدر فراست و ذکاوت ہوگی اسی مناسبت سے اس کی ان حرکتوں میں کی اور مٹی ہوگی، اگر کوئی نوزائیدہ بچہ اپنی آنکھیں نہیں گھماتا، یا ویسے حرکات اس سے سرزد نہیں ہوتے تو آئندہ چل کر اس کی ذکاوت و فراست میں خامی ہوگی، اور یہ عادتیں جس رفتار سے ہوں گی اسی رفتار سے بچوں کی عقلی نشوونما ہوگی،

ڈاکٹر موصوف نے اپنے خطبہ میں ان اسباب و علل پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے جن کی بناء پر ان کے یہ نتائج مستنبط ہوئے ہیں،

## سب سے قدیم حیوان کے آثار

اب تک بے شمار مقامات سے جانوروں کے ایسے بہت سے ڈھانچے دستیاب ہوئے، جو زمانہ قبل تاریخ سے متعلق تھے، اور ان کی دستیابی سے ایک طرف نسل حیوانی کے ارتقاء کے مختلف نظریوں کی تائید ہوئی، اور اس کے ساتھ سلسلہ تاریخ کی مختلف گڑیاں مل گئیں۔ لیکن ابھی تک ان آثار سے نسل حیوانی کی سب سے آخری کڑی کا پتہ نہ چل سکا تھا، مگر اہل امریکہ نے کڑی بھی تلاش کر لی، چنانچہ ان کو جانوروں کے چند ایسے کھرے ہیں جن کے متعلق ماہرین طبقات الارض کا اتفاق ہے، کہ یہ سب سے قدیم ترین جانور کے آثار ہیں،



یہ آثار کو کہ کی ایک کان میں دستیاب ہوئے ہیں جو پتھر کے کوکہ کی چٹان پر تقریباً ۳۰ پانچ ہزار  
ہوئے تھے ماہرین فن نے اس کھر کے جانوروں کو "شنگو سورس کوہی" سے موسوم کیا ہے جو نسل  
میں سب سے قدیم ترین سمجھا جائے گا اور جس کا زمانہ زمانہ قبل تاریخ سے کئی ملین پیشتر کی طرف  
توراة کا سب سے قدیم مطبوعہ نسخہ،

برطانیہ کی انجمن توراة لندن میں توراة کا ایک قدیم مطبوعہ نسخہ آیا ہے جو لاطینی زبان میں  
کی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ یہ توراة کا سب سے قدیم مطبوعہ نسخہ ہے اس کے طبع کا سال سنہ ۱۵۱۷ء  
سراسرگ میں طلائی حروف میں چار جلدوں میں چھپا ہے، اہل علم کا خیال ہے کہ راہب اٹلس  
اس نسخہ کو قدیم زبان سے لاطینی میں منتقل کیا تھا،

### قطب نما کا موجب

یورپ کی تاریخ علم البحر میں قطب نما کی ایجاد چودھویں صدی کے ایک اٹالوی ملاح کی  
طرف منسوب ہے، حالانکہ اس سے صدیوں پہلے عربوں کے علم البحر میں قطب نما کا نشان ملتا ہے  
اور وہ عام طریقہ سے اس کو استعمال کرتے تھے، اسرت ہے کہ اب یورپ کے محققین بھی اسی نتیجہ تک  
پہنچ رہے ہیں، چنانچہ ڈاکٹر لافرنائٹ "عجائب خانہ تاریخ طبیعی امریکہ" نے اس موضوع پر نہایت تفصیلی بحث  
کی ہے، جس میں انھوں نے قطب نما کی ایجاد کو اہل چین کی طرف منسوب کیا ہے، اور اس دعویٰ  
کے ثبوت میں مختلف دلائل پیش کئے ہیں، جن میں سے ایک قدیم قطب نما بھی ہے، جس کی تاریخ  
سال ق م سے پہلے کی طرف موٹی ہے، پھر اس خطبہ میں بتایا گیا ہے کہ یہ چین سے عرب و ایران میں  
پہنچا اور عربوں میں عام طور پر رائج ہوا، اور اس اٹالوی ملاح نے انھی عربوں سے اس کو اخذ کیا،  
جس کو اہل یورپ اسی کی ایجاد سمجھے،

## استبصار فروع ختم

از

جناب علی اختر صاحب حیدر آباد دکن

ترا اعتبار نظر نہیں مجھے سوزِ روح گرا رہا ہے  
یہ ترا ہی گلشنِ سیرِ یہ تری ہی فصلِ ناز ہے  
وہی صبحِ شام زمانہ میں اگر لبِ رنگِ لڑکھان  
تجھے اعتبار ہزار ہو مجھے دہی ہے تراپہ  
یہ پھر ہی ہو کمان کمان تجھ تیری نظرِ خیر  
مجھے کیوں خیالِ بہشت ہو میں گدا کو چھوٹا ہوں  
سرِ نرم نازِ پیامِ دل بجز اک نگاہ، ادا نہ کر  
تجھے اختصارِ حیات یہ ملال کیوں ہو کہ بجز  
ترا اتفاتِ کرم نہیں یہ مری حیات کا راز ہے  
یہ ترا ہی گلشنِ سیرِ یہ تری ہی فصلِ ناز ہے  
نہ وہ نعمتِ خستِ گوش ہو نہ وہ رحمہِ خستِ ساز  
یہ ہر ایک جنبشِ دل مری کہ ترا فناءِ راز ہے  
کہ فقط فریبِ خیال ہی کوئی غزنی نہ یاز ہے  
ترا اک بستمِ زیر لبِ مری نرم دل کا طراز ہے  
کہ خطا ہو جنبشِ لب یہاں یہ مقامِ راز و نیاز ہے  
تری ندگی کا ہر اک نفس تو خود ایک عمر دراز ہے

مجھے کیوں ہو، اختر بنیوا، خطرِ مال سے بیدلی

مری بندگی کا یقین ہے، وہ کریم و بندہ نواز ہے



## عشق مجبور

از

نواب زادہ شمس الحسن صاحب بی بی ایل ایل بی لکھنؤ

دماغ غم چاہوں چھپانا تو چھپا بھی نہ سکوں  
فکش وہ دل پہ چاہی کہ شاہی نہ سکوں  
سینہ گلزار ہے اگر کبھی دیکھو تو سہی  
دماغ دل درد نہیں ہو کہ دکھا بھی نہ سکوں  
میں وہ ناکام محبت ہوں کہ حالت اپنی  
گر سنا ناہنچن چاہوں تو سنا بھی نہ سکوں  
کاش وہ جرئت ہے بھگو بلا دے ساتی  
ہوں جو بیہوش تو بھی ہوش میں آ بھی نہ سکوں  
یعنی آئے جو گلہ لب پہ تو لا بھی نہ سکوں  
کیسی فریاد وہاں حکم زبان بندی ہے  
تم کوئی غیر نہیں ہو کہ بتا بھی نہ سکوں  
کیون تکلف ہو تمہیں دل کی تمنا پوچھو  
ساتنے سے وہ نکل جائیں بلا بھی نہ سکوں  
اللہ اندری مجبور ہی آداب وفا  
تم خفا، بخت خفا، چرخ ستم گار خفا  
کام بگڑا ہے کچھ ایسا کہ بنا بھی نہ سکوں

درد نشتر کی طرح شمس ہے رگ رگ میں نہان

گروہ پوچھیں کہ کہاں ہے تو بتا بھی نہ سکوں

## سیر عاشق

طبع دوم، ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ کے حالات زندگی اور ان کے مناقب فضائل و اخلاق اور ان کے علمی کارنامے اور ان کے اجتہاد اور صفت نسوانی پر ان کے احسانات، اسلام کے متعلق انکی نکتہ سخن، اور مقررین کے جواب کاغذ اور لکھائی، چھپائی، اعلیٰ، ضخامت ۳۵۰ صفحے، قیمت ہے،

”نیچر“

## بالتقیر والایقار

### المبین

از

نواب صدربار جنگ مولانا حبیب الرحمن خان شروانی

تقریباً چالیس برس کا زمانہ گزرتا ہے علامہ شبلی مرحوم کی تحریک سے میں نے جرجی زبان کا رسالہ اللہ عز و جل فریاد اور پڑھنا شروع کیا تھا، ایسا خیال ہوتا ہے کہ ایک آدمی مرتبہ مراسلت بھی ہوئی، اُس زمانہ میں اعتدال اور صحت شرب کے لحاظ سے اللہ کے مضامین قابل پسند ہوتے تھے، علامہ مرحوم نے بھی اسکی تعریف ایک بار سے زیادہ فرمائی تھی، رفتہ رفتہ طبیعت کا اصلی رنگ نمایاں ہو گیا اور یہ صاف نظر آنے لگا کہ میرا اللہ کو عربوں سے نفرت نہیں تو کاوش ضرور ہے، اسی لیے بنی امیہ کی خلافت کی تنقیص اور خلافت عباسیہ کی توثیق اس کا شعار تھا، اعلیٰ نہالقیاس اسی عرصے میں ایک سے زیادہ ناول اس کے شائع ہوئے، ان میں بھی ”میں“ پرانے میں عرب اور اسلام کی منقصت پیش نظر رکھی تھی، لیکن یہ تدلیس اس قدر دلفریب ہوتی تھی کہ خود مسلمان اس کے احساس سے عاری رہتے تھے، چنانچہ ان میں سے ایک سے زیادہ ناولوں کا ترجمہ خود مسلمانوں نے کیا اور ہاتھوں ہاتھ بکا، بالآخر علامہ مرحوم نے اسکو ضروری سمجھا کہ مسلمانوں کو خصوصاً اور اعلیٰ عالم کو عموماً جرجی زبان کی تدلیس سے بچائیں، عربی زبان میں ایک رسالہ لکھا اور محققانہ انداز میں جرجی زبان کی غلطیاں اور تالیفات کو واضح کیا، یہ رسالہ مصر میں طبع ہو کر شائع ہوا تو شیخ رشید رضا نے اسکا زمانہ بہت گرم جوشی سے اسکا غیر مقدم کیا اور لکھا کہ خود اس ضرورت کو محسوس کر رہے تھے لیکن جرجی زبان کی تدلیس اور فریب کا دائرہ محدود ہے اسکو



قابو لاکر تردید کرنا ممکن نہ ہو سکا، مولانا شبلی کی قوت دماغی قابل داد ہے کہ انھوں نے قابو پا کر یہ علمی خدمت ادا کی اور اس علم کو دھوکہ کھانے سے بچا لیا۔ یہ تو پارینہ داستان تھی، المبین کے پڑھنے سے معلوم ہوا کہ جہان اللہ لال کے فیہود عربی تمدن تاریخ اور دین کی بیخ کنی کیجاتی تھی وہاں فلسفہ اللہ العربیہ عربی زبان کی عظمت کو مٹانے کی کوشش ہے بہر حال عربوں سے دشت کا یہ بھی ایک انداز ہے، مباحث کا جو خلاصہ المبین میں ہے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حج تمدن کے مقبول و محبوب انداز و طرز اسدلال سے فلسفہ اللہ العربیہ کے مولف نے بھی فیض پایا ہے اور وہ ہے ضرورت کے وقت جزئی کو کلی کر دینا خاص کو عام بنا دینا اپنے قیاس کو دلائل جزیا واقعات کی کڑی قرار دیکر حقائق کو ان کی اصلیت سے پھیرنا ان سے اپنے موافق نتیجہ نکال لینا جو بالاجہ خدمت علمی پہلے مولانا شبلی مرحوم نے ادا فرمائی تھی اس کی تکمیل گویا المبین کے مولف مولانا سید سلیمان اشرف مرحوم کے قلم سے ہوئی ہے اور مجدد ح نے خصوصاً اہل سنت پر احسان فرمایا ہے کہ ان کو ایک سخت ہلک منافط سے بچا لیا ہے، المبین میں صرف یہی نہیں ہے کہ جرجی زیدان کی نفرتوں اور غلط کاریوں کی تصحیح اور تسدید فرمائی گئی ہے بلکہ عربی زبان کی خصوصیات اس کاوش اور تحقیق سے قلمبند فرمائی ہیں کہ بے مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ ایک ایسا نیا فن دنیا فرمایا ہے جس کے دھندلے سے متفرق آثار اگلوں کی تصانیف میں نظر آتے تھے،

المبین کے سات باب ہیں ان میں حروف کی بحث سے لیکر کمال گویائی تک تمام مدارج اور منازل میں عربی زبان کی فصیلت و عظمت اس خوبی سے بیان فرمائی ہے کہ پڑھنے والا محو حیرت رہ جاتا ہے، یہ نہ خیال فرمایا جائے کہ فقہ کا قصیدہ پڑھا گیا ہے یا خطبہ دیا گیا ہے نہیں علم اصول سنت، فلسفہ اور منطق تعمق نظر اور قوت بحث سے حقائق کو درخشاں اور منکشف فرمایا ہے، اس نظامی کی استعداد آفرینی علمی حلقوں میں مسلم ہے، مگر المبین کو پڑھکر واضح ہوا کہ اس مذکور نہ صرف استعداد آفرین تھا بلکہ جہد و قوت بھی پیدا کر سکتا تھا، المبین میں مولف محقق کے قلم نے اون دشوار گزار مسائل کو فائز طے کیا ہے، جنکا نشان بھی اگلی کتابوں میں نہیں اور اگر ہے تو بسیار میں نے اوپر عرض کیا مغل اور مبہم مسائل قلم کی بابت (جہان جرجی زیدان نے قلم رکھ دیا تھا) تو ایسا دقیق و نیکو زیر قلم ہوا ہے کہ جس کو پڑھکر قلب پر دھن

لیفت طاری رہی جو برجہ شعر کے سینے سے طاری ہوتی ہے، عربی زبان سے شکر ہے تھوڑا بہت تعلق نصف صدی سے ہے، مگر جو مضامین المبین میں پڑھے، کبھی اس کا واہمہ بھی نہ ہوا تھا کہ زبان عربی ان حقائق و معارف سے بالامال ہے، بیان اتنا مدلل اور صاف ہے کہ ذہن بے تکلف اس کو قبول کرتا ہے، ان عناد اور ضد کا علاج نہیں، دقیق علمی مضامین کو اس قدر واضح بیان کر دینا مولف المبین کا حصہ تھا،

مصنف علام نے المبین کو سات بابوں پر تقسیم کیا ہے، بے مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ ایک زبان کی حقیقت واضح کرنے کے واسطے جتنے پہلوؤں سے بحث کیجا سکتی ہے وہ تمام پہلو ان ابواب میں زیر بحث آگئے ہیں، صرف بیکر معانی کے فلسفہ تک کلام کے تمام مراتب پر بحث کیگئی ہے، بحث میں ایک حکم کی وقت نظر ایک ادیب کے ذوق ایک نوی کی ہمہ گیری سے کام لیا گیا ہے، اور جو دعویٰ کیا گیا ہے اس کے ثابت کرنے کی پوری کوشش کی ہے خلاصہ یہ ہے کہ کتاب پڑھنے والوں کے واسطے بلند مرتبہ حکیمانہ مطالب کا ذخیرہ مہیا کیا گیا ہے، جن کو کشادہ دلی پروردگار انسان زبان عربی کے کمالات کا اعتراف کے بغیر نہیں رہ سکتا اور اس کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ عربوں کا دوسرے ملک کے باشندوں کو عجیبی کنایہ جانے تھا، اور یہی مصنف کا مقصد ہے، اب ہم ساتون باب کے مباحث کی مختصر کیفیت پیش کرنے میں تاکہ اہل نظر فہم سے اندازہ فرما سکیں کہ خردوار میں کیا ہے،

باب اول: میں عربی زبان کے مخصوص فضائل ہیں، اس میں سب سے اول وضع لغت کے معرکہ الاراء سے بحث کی ہے، اور اس بارے میں جو مختلف اقوال ہیں ان کو مفصل بیان کیا ہے، ان کا خلاصہ چار قول ہیں اول انما یعنی انسان اپنی گونا گون قابلیتوں کے ساتھ گویائی کی قابلیت بھی اپنے اندر لیکر اس عالم میں آیا، دوسرا قول خارجی آوازوں سے متاثر ہو کر ان سے الفاظ بنالے، خارجی آوازیں کائنات کے اور جانوروں کی تھیں، یہاں تیسرا و چہرچہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ یہ کس تاریخ سے ثابت ہے کہ اس فلکان میں اول چرند و پرند آئے اس کے بعد انسان اس سے بھی زیادہ دقیق سوال یہ ہو سکتا ہے کہ انسان الفاظ کے وضع کرنے میں فضاے عالم اور جانوروں کی آوازوں سے سبق حاصل کرنے کا محتاج تھا ان سے یہ سبق پڑھا لیکن دوسرے گونا گون کمالات عالیہ کا خزانہ



پڑنے اور پڑھکر لطف اٹھانے کے قابل ہیں۔

دوسرے باب میں مخارج و صفات کی بحث کو اور زیادہ وسیع کیا ہے جس سے گویا وہ جدید بحث بن گئی ہے۔  
اسی کے ساتھ اعراب سے بھی بحث کی ہے۔ اس باب میں دکھایا ہے کہ الفاظ میں حروف کی کمی و بیشی یا حرکات کی  
خفت و شدت سے کس طرح ان کے معانی میں مختلف مراتب خفت اور شدت کے پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں اور  
اس سے ثابت کیا ہے کہ عربی میں الفاظ کے اعراب اور حرکات کی وضع بھی ضابطہ و قانون سے خارج نہیں  
بلکہ واضع نے ان کو معانی کے تغیر و تبدل کا اسی طرح آکر بنایا جس طرح ان کی صورت کے تغیر و تبدل کا جس  
طرح یہ باب بلحاظ اپنے مطالب کے پہلے باب سے زیادہ بلند اور دقیق ہے اسی طرح اسکی بحث اور اس کا  
استدلال بھی زیادہ بلند پایہ ہے اور یہ مولف علامہ کی تحریر کی خصوصیت ہے کہ جس قدر آئندہ ابواب میں دیکھیں  
بلند ہوتے گئے ہیں اسی قدر ان کی دلیل بلند و مضبوط ہوتی گئی ہے، اور مطالب کی وقت بیان کی صفائی کی  
بدون فہم کے بے مثل نہیں بن جاتی، بلکہ آسان اور سریع الفہم رہتی ہے،

اول اور دوسرے باب میں مفردات حروف کی بحث سے فارغ ہو کر تیسرے باب میں ترکیب  
حروف سے بحث کی ہے، اور یہاں بھی محض قیاسات سے نہیں دلائل سے ثابت کیا ہے کہ مختلف حروف  
کس طرح باہم ملکر اپنی مخصوص ترکیب سے اپنے معانی کا نشان دیتے ہیں اور جس طرح ایک علم کیسا کاماہر  
ثابت کرتا ہے کہ کن صفات کی دو مختلف چیزیں باہم ملکر ایک خاص تیسری چیز پیدا کرے گی، اسی طرح اس  
علم کا ماہر بتا دیگا، کہ عربی میں جب فلان صفات کے حروف سے لفظ نبیگا اس میں فلان معنی ہوں گے اگرچہ  
اس نے ثنت میں اس لفظ کے معنی نہ دیکھے ہوں، اس بحث میں اول حروف کے صفات بتائے ہیں جو علم  
وہ میں ثابت ہیں اس کے بعد دکھایا ہے کہ کس طرح ان کے اجتماع سے ان صفات کے مناسب معنی  
پیدا ہوتے ہیں، مثلاً حرف جیم اور میم اپنے اپنے صفات مقررہ کے لحاظ سے جس لفظ میں مل جائیں گے  
ان میں فراہمی اور اجتماع کے معنی پائے جائیں گے جیسے جم بہت، حمار، گردہ، جہرہ تو وہ ریگ، اس طرح

انسان کے دل و دماغ میں بھرا ہوا ہے، مثلاً فکر اور فکر کے بعد ترتیب مقدمات اور ترتیب مقدمات کے بعد  
خیزناج کے بعد ان پر عمل یہ تمام سبق انسان نے کس سے حاصل کیے ظاہر ہے کہ اس کے سکھانے سے تو تمام ماحول  
ورسکت ہے، اس صورت میں ضروریہ تسلیم کرنا ہوگا کہ جہاں تمام کمالات کے خزانے فطرت انسانی میں رد و بیت  
وہاں کلام کا کمال بھی تھا۔

اسی ضمن میں ایک قول یہ بھی ہو کہ خود اپنی فطری آوازوں سے وضع الفاظ کا سبق سیکھا مثلاً شدت کر  
میں چیخ، درد میں ہائے وائے، خوشی میں واہ،

تیسرا قول، عالم میں جو آواز بھی کہیں پیدا ہو وہ مختلف چیزوں کے باہم  
ملکر آنے سے پیدا ہوتی ہے، انسان کے ادراک کرنے والی قوتوں نے جن مختلف  
خیالات سے فکر میں کھائیں تو ان فکر و ن سے باطنی آوازیں دماغ میں پیدا ہوئیں،  
آوازیں زبانوں تک اگر لفظ بن گئیں،

عربی زبان کی خصوصیات کی تحت میں اول مخارج سے بحث کی ہے جو کلام کی سب سے پہلی منزل یا سرِ مری  
ہے، بدیہی طور پر ثابت کر دیا ہے کہ قدرت نے جس قدر تخرج انسان کے اندر حروف کے رکھے تھے ان سے پورا  
پورا کام صرف عربوں نے لیا، غیر عرب ان میں سے اکثر کو غیر مستعمل چھوڑ کر ہاتھ سے کھو چکے، ایک واقعہ یاد آگیا، ایک  
یورپین عالم کو دجوعی زبان کے امتحان میں کامیاب تھے، دعویٰ تھا کہ وہ عین اس کے تخرج سے ادا کر سکے ہیں  
میں نے دیکھا کہ وہ ایک ہاتھ کے انگوٹھے سے حلق کی جڑ کو دباتے تھے اس کے بعد زور کر کے اس مقام سے آواز نکالتے  
کی سخت کوشش کرتے تھے، چہرہ سرخ ہو جاتا تھا آنکھیں نکل آتی تھیں مگر عین کی پوری آواز نہ نکلتی تھی، کچھ ضرور ادا  
ہو جاتی تھی، مخارج کے بیان کے بعد حروف کی صفات بیان کئے ہیں، اس خصوصیت میں بھی عربی زبان صاف  
تمتاز ہو جاتی ہے، یہ سمجھنا کہ مصنف نے یہ خصوصیات خود تراش لی ہیں، جیسے ان کے مقابل حروفیوں کا عمل ہے بلکہ  
ان قوانین پر بحث کی بنیاد رکھی ہے جو مدیون کی تحقیق کے بعد ثابت اور مدون ہو چکے ہیں، اس بحث کے مختلف پہلو



بہت سے حروف کی صفات مقررہ بنا کر ان کی کثیر مثالوں سے ثابت کیا ہے کہ حروف کی صفات کا اثر معانی پر پڑتا ہے۔  
کلیہ پڑتا ہے جسکو تھوڑی سی بھی مناسبت زبان عربی سے ہوان کو ان مباحث میں وہی لطف آئیگا جو اقلیدس کی  
شکلیں حل کرنے میں حاصل ہوتا ہے،

چوتھا باب جر جی زید ان کے اس مغالطے کا مدلل جواب دیتا ہے کہ زبان عربی کے الفاظ کا مادہ و مرث  
دو حرف ہیں یعنی عربی کے تمام الفاظ ثنائی ہیں، تین یا چار حرف سے نہیں بنتے یعنی ثلاثی یا رباعی کوئی لفظ  
میں نہیں، اگرچہ یہ دعویٰ بلا دلیل تھا مگر مصنف البین نے اسکی تردید بھی حکما پر یہ میں کی ہے اور فلسفیانہ بحث سے  
ثابت کیا ہے کہ کیون عربی لفظ کے مادے کی تکمیل محض دو حرفوں سے نہیں ہوتی بلکہ ایک تیسرے اصلی حرف کے  
ملانے کی ضرورت ہے اور تیسرے حرف کے ملنے کا معنی پر کیا اثر ہوتا ہے، اس سلسلہ بیان میں جر جی زید ان کے  
ہمدانی جس طرح بے نقاب ہو جاتی ہے اور باب فہم کے لیے عبرت افزا ہے، جر جی زید ان کا لفظ قط کو ثنائی بتانا  
اس کے علامہ لغت ہونے کی ایسی روشن دلیل ہے جس کے خلاف دم مارنے کی مجال نہیں ہو سکتی، اس بحث میں  
قطن کے لفظ کی جس کے سامنے جر جی زید ان نے ہتیار ڈال دیے تحقیق ایسی لطیف و نادر ہے کہ بہت سے جرحہ  
اشعار اس پر قربان کیے جاسکتے ہیں، نون کا اپنی صفت (غنة) کے ساتھ قاف اور طاسے ملکر قطن کی صورت  
پیدا کرنا اور اس مجموعے کا اثر معنی میں یہ ظاہر کرنا کہ ردئی نشو و نما کے بعد اندر سے اپنے گولہ کو پھاڑ کر باہر آتی  
ہے ایسی دقیق بحث ہے جس کی داد کا دینا بہت مشکل ہے،

پانچواں باب اسمین ارتقاے سان سے بحث فرمائی گئی ہے، اولیٰ مستشرقین کے مقرر کردہ اصول  
ارتقا تفصیل سے بیان کئے ہیں، اس کے بعد ارتقا کو انسانی ارتقاے عمریات کی مثال دیکھو واضح کیا ہے،

پھر بیان کیا ہے کہ مستشرقین مذکور کے یہ اصول جدید نہیں بلکہ وہی ہیں جو صد ہا برس پہلے ابو ہاشم معتزلی  
نے بیان کئے تھے، اس کے بعد بہت شرح و بسط کے ساتھ متعقبات مسلک بالا پر بحث فرمائی ہے اور ثابت  
کیا ہے کہ مستشرقین کی یہ رائیں ایسے قیاسات ہیں جنکا ساتھ واقعات اور حقائق نہیں دیتے، ان مباحث

کے پڑھنے سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ مولف کے دماغ کی بلند پروازی تحقیق اس فضا تک جا پہنچی ہے،  
جہاں مستشرقین کے قیاسات پست ہو کر رہ جاتے ہیں، اور یہ امر قابلِ فخر ہے کہ جو مباحث و دلائل جدید تعلیم  
یافتہ طبع کو ساکت و مبہوت بنا دیتے ہیں ایک قدیم درگاہ کا فیض یافتہ عالم نہ صرف یہ کہ ان سے مرعوب یا  
نہیں ہوتا بلکہ قوت استدلال سے ان کی کمزوریان ظاہر فرما کر طالبان علم کو صحیح راستہ تحقیق کا دکھا دیتا ہے،  
چھٹا باب فلسفہ اشتقاق پر ہے اور گویا جان سخن ہے اس میں اشتقاق صغیر و کبیر کی تعریف کے بعد  
کبیر کا فرق دکھایا ہے، اس کے بعد اشتقاق کبیر سے مفصل بحث کی ہے، اشتقاق کبیر زبان عربی کی ایسی  
خصوصیات عالیہ میں سے ہے جس کے سامنے تمام زبانیں سپر ڈال دیتی ہیں، حیرت ہوتی ہے کہ یہ صفت ایک  
زبان میں کس طرح پیدا ہوئی، موقف علام کا یہ کمال ہے کہ اس مسئلہ میں جو تفصیل آج تک نہ ہوئی تھی  
وہ البین کے ذریعہ سے ہماری آنکھوں کے سامنے آگئی، اور پہلے لغت کے امام جس قاعدہ کو وضع کر کے اسکی  
چند ہی مثالیں لکھ گئے تھے مولانا نے اس کی صد ہا مثالیں لکھ دی ہیں، اس نظامی کی یہ بھی حیرت انگیز استعداد  
آزنی ہے کہ اس کے فیض یافتہ ہر نئی مشکل پر غالب آجاتے ہیں، صد ہا مثالوں کے ذریعہ سے یہ امر بایہ ثبوت  
کو پہنچا دیا ہے، کہ یہ عربی الفاظ کی خصوصی شان ہے کہ ان کی ترکیب کو چاہے جس طرح الٹو ملٹو نہ صرف یہ کہ  
وہ بدل نہ ہونگے بلکہ یہ کہ اپنے مخصوص معنی کو برابر قائم رکھیں گے، مثلاً ق م ر کی ترکیب سے جو لفظ بنیگا با معنی  
ہوگا اور اس میں لحاظ ان حروف کی شخصی و ترکیبی صفات کے اس کے معنی میں "تدریج ظاہر ہونا" پایا جائے گا  
غلط ترکیبیں ملاحظہ ہوں قرء چاند آہستہ آہستہ گھٹا بڑھتا ہے (رقم لکھنا، ایک حرف کے بعد دوسرا اور ایک  
لفظ کے بعد دوسرا درجہ بدرجہ لکھا جاتا ہے،

مرق (شوریہ) آہستہ آہستہ تیار ہوتا ہے، قرم (سردار قوم) مرتبہ سرداری تک انسان بتدریج پہنچتا  
ہے، رقی (تھوڑی سی جان جو باقی ہو) ایسی حالت میں سانس اور نبض دونوں آہستہ آہستہ چلنے لگتے ہیں  
مرق (زہر قاتل) زہر کا اثر بتدریج ہوتا ہے،



اس سے بھی بڑھ کر لطافت عمل (شہد) اس کا اثنا مع (ڈنگ) شہد کی کھی میں ایک طرف شہد ہے تو دور  
طرف ڈنگ،

اسی سلسلہ میں بعض الفاظ عربی جو عجمی الاصل خیال کر لیے گئے تھے مثلاً سراج (چراغ) اور لجام (لجام)  
اُن کا عربی الاصل ہونا اس وقت استدلال سے ثابت کیا ہے کہ بے اختیار زبان سے تحسین نکلتی ہے، اسی  
سلسلہ میں یورپ کے مستشرقین کی راپون کی کمزوریان متعدد پیرایوں میں ظاہر فرمائی ہیں،

ساتواں باب آخری باب ہے اور اس میں "عربی زبان کا حیرت انگیز کمال گویائی" دکھایا ہے کہ  
باب میں یہ بحث ہے کہ عربی زبان کے الفاظ کا حرف بھی ایک کمال نہیں کہ وہ "اپنے معنی کے ساتھ ایک  
قلم و تناسب رکھتا ہے" نہیں بلکہ اس کے معنی کو جب دقت و تعمق کی نظر سے دیکھا جائے تو اس نے  
ایسی حقیقت سامنے آجاتی ہے جس کے اظہار کے لیے عجمیوں کو صدیان درکار ہوئیں اور پھر بھی اُس کا  
ایک لفظ سے ذکر سکے،

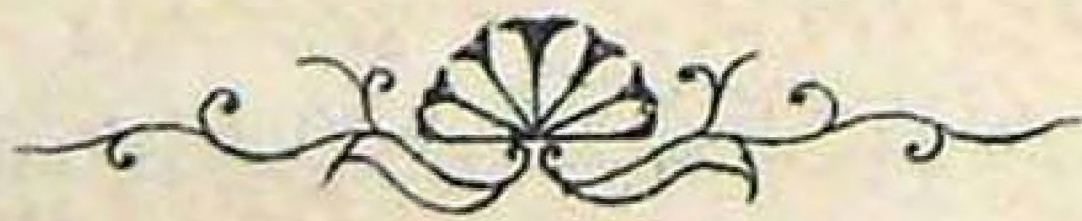
اور اس تعجب خیز دعویٰ کو متعدد مثالوں سے ثابت فرمایا ہے، ایک دوسرا پہلو وضع الفاظ کا  
کمال یہ دکھایا ہے کہ عرب اگر کسی مہل آواز کی بھی نقل کرتے تھے تو وہ با معنی ہو جاتا تھا اور ایسا با معنی جو اپنی اصل کی  
پوری پوری مناسبت رکھتا تھا، مثلاً کوئے کے بولے گھوڑے کے ٹاپ اور ہانڈی کے جوش کھانے کی آواز کی  
جب عربوں نے محاکات کی تو اُس نقل کے لیے جو الفاظ وضع کئے اُن کے معنی اصل کے ساتھ مناسبت تمام ملحوظ رکھی  
مثلاً کوئے کی آواز کی نقل عربی زبان میں "عاق عاق" ہے، چونکہ یہ نقل ایک سیاہ جانور کی تھی اس لیے اس ماوہ سے  
جو الفاظ لیجئے ان کے معنی میں سیاہی کا مفہوم موجود ہے، دیکھو تحقیق بصر (اسکی بنیائی تاریک ہو گئی) عین  
فی دائرہ اسکو تیرہ راسے کر دیا، علیٰ ہذا القیاس،

خاتمہ الباب میں "بے مثل مطالعہ صحیفہ کائنات" کی بحث ہے، عربوں نے دفتر کائنات کا مطالعہ جس  
عین نظر سے کر کے ہر ہر پہلو اور قسمیں ملاحظہ کیں اور الفاظ کے ذریعے سے بنایا اور دکھایا وہ انھی کا حصہ تھا

مثلاً عرب لکھنے پڑھنے سے عام طور پر بے بہرہ تھے تاہم لکھنے پڑھنے کے سامان کی مختلف حیثیتوں کے لیے جس قدر  
الفاظ عربی زبان میں بنائے گئے ہیں شاید ہی کسی اور زبان میں ہوں، دیکھو جس نے سے قلم بنایا جاتا ہے جب تک اصلی  
حالت میں ہے "انبوبہ" ہے، اب قلم ترشنا شروع ہوا، جو ریزے کٹ کٹ کر گرتے گئے اُن کا نام "براہ" یا "برایہ"  
قلم کے شگاف کو جس سے وسیع کرتے ہیں اُس کے لیے لفظ "لیطہ"، نوک کاٹنے کو "قط" جس پر قط لگایا جاوے  
وہ "مقط"، جب جنک و دست ہو گیا تو اسکا نام قلم ہوا، اطراف قط کو "ریش" کہتے ہیں، قلم کی تعریف ہے "قلم ریش"  
آخر قلم جب قلم چلا تو اسکی آواز کا نام "صریر" ہے،

اسی طرح دوات اور رشتائی اور کتاب کے واسطے الفاظ ہیں، اس وقت نظر اور باریک بینی کو مولدین نے  
بہت سی مثالیں دیکر واضح اور مدلل فرما دیا ہے، یہ بحث جس قدر نازک ہے اسی قدر پر لطف اور خرد افروز  
ہے، اسی پر کتاب کا خاتمہ ہو جاتا ہے،

بیان بالا سے آپ کو واضح ہوا ہو گا کہ المہین نے عربی الفاظ کی پیدائش (مخارج) سے ٹیکر کمال عمر،  
کمال وضع الفاظ) تک کی ہر منزل سے بحث فرمائی ہے، اور میرا یقین ہے کہ مدلل بحث فرمائی ہے، یہ کتاب  
اس قابل ہے کہ علم دوست اصحاب اُس کے مطالعہ سے لطف و بصیرت حاصل فرما دیں، طلباء کو اس کے مطالعے  
کا ہونے دیا جائے تاکہ وہ بھی تحقیق اور آزادانہ تحقیقات کے انداز سیکھیں، اس کے خواگر ہوں، علما اس کو مطالعہ  
ذکر تحقیقات کا قدم اور آگے بڑھائیں، انکاش اس رسالہ کا ترجمہ عربی اور کسی یورپین زبان میں ہوتا تاکہ دوسرے  
ملک کے اہل کمال بھی مولف علام کی محنت و تحقیق کی داد دے سکیں،





## مطبوعات

القضاء فی الاسلام، مولفہ مولانا عبدالسلام صاحب ندوی حجم ۹۲ صفحہ تقطیع ۲۲x۱۸ لکھائی چھپائی اچھی کاغذ متوسط قیمت ۱۲ پتہ دار المصنفین عظم گڑھ

مولانا عبدالسلام صاحب ندوی نے اس رسالہ میں اسلام کے اصول طریقہ شہادت، فصل فقہ اور اسلامی قوانین متعلقہ عدالت و قضاء کو پیش کیا ہے، رسالہ کی ابتداء اسلامی نظام حکومت میں منصف قضا کی اہمیت سے ہوتی ہے، پھر قاضی کے تقرر کے شرائط، "قاضی القضاة"، "ثالث"، "قاضی" کے فرائض و اختیارات، "افضال مقدمہ"، "سماعت مقدمہ"، "مقدمات فوجداری" اور "پروسی" مقدمہ وغیرہ پر بحث کرنے کے بعد "اسلام کے طریقہ شہادت پر تفصیلی نظر ڈالی گئی ہے، پھر "جرح" وغیرہ کے طریقوں کو پیش کیا گیا ہے، اس کے بعد سب سے آخر میں "اسلامی قانون" کے عنوان سے عہد نبوی اور دور صحابہ میں قانون اسلام کی حیثیت، پھر تمدن کی تدریجی ترقی اور نئے قوانین کی ضرورت کو دکھا کر فقہ کی تدوین کا تذکرہ کیا گیا ہے، اور اسی ذیل میں فقہ اسلامی میں تغیر و تبدل کے اصول کی طرف بھی اشارے کیے گئے ہیں

یہ رسالہ غالباً اپنے موضوع پر اردو میں سب سے پہلا رسالہ ہے، اور اجمالی طور پر اس موضوع کا تمام پہلووں پر اچھی روشنی ڈالی گئی ہے، اور رسالہ شروع سے آخر تک نہایت دلچسپ اور اپنے اس جدید موضوع پر نہایت پرانے معلومات اور مصنف کے نام نامی کے شایان شان ہے،

مولودنبوی اور مسئلہ تعلیم، مرتبہ جناب حاجی محمد موسیٰ خاں صاحب رئیس و تاولی ضلع علی گڑھ حجم ۸، صفحہ ۱۲ لکھائی چھپائی اچھی اور کاغذ متوسط قیمت ۸ پتہ دار و تاولی ضلع علی گڑھ

جانبی محمد موسیٰ خان صاحب رئیس و تاولی سیرت نبوی کے مختلف مباحث مستقل عنوان سے پیش کرتے رہے ہیں، اسی سلسلہ میں ان کا ایک رسالہ مولودنبوی اور مسئلہ تعلیم ہے، یہ رسالہ گویا آنکھ سے معلوم کی تعلیمی زندگی کے پہلو کو پیش کرنے کے لئے لکھا گیا ہے، اور اسی لئے اس کا ایک ایک نسخہ دائیں چاند صاحب مسلم یونیورسٹی کے ذریعہ سے مسلم یونیورسٹی کے اساتذہ کی خدمت میں بھیجا گیا ہے، مصنف موصوف ایک کہنہ مشق اہل قلم ہیں، ان کے قلم سے جو کچھ نکلے وہ مطالعہ کے لائق ہے، لیکن اسی بنا پر ہمیں اس کا بھی حق ہے کہ موصوف کی تحریروں میں اسی مناسبت سے زیادہ سے زیادہ جامعیت تلاش کریں، اس لئے اگر یہ رسالہ اپنے موضوع کے لحاظ سے غیر متعلق مباحث سے خالی ہونا اور دافعات اور ان کے نتائج میں زیادہ ربط و تسلسل پایا جاتا تو زیادہ موزوں تھا،

مختصر خیال، از مرزا محمد عسکری علی خان صاحب مجازی لکھنوی حجم ۱۶ صفحہ تقطیع چھوٹی لکھائی چھپائی اور کاغذ عمدہ، قیمت ۲ پتہ دار منیر صاحب رسالہ ادب لکھنؤ،

یہ جناب مجازی لکھنوی کے چند صفحوں کے کلام کا مختصر مجموعہ ہے جس میں مختلف عنوانات پر ایک دو رباعیان یا قطعے ہیں، جناب مجازی کے کلام کی یہ ظاہر بہ خصوصیت نظر آتی ہے، کہ وہ اپنے ہر شعر میں زندگی کے کسی راز کو فاش کریں، مگر یہ کام جتنا اہم ہے، اسی مناسبت سے شاعر کا پروانہ خیال بھی بلند ہونا چاہیے،

موسلمین، مولوی ابو ظفر موبد الدین حسن صاحب مددگار ناظم کورٹ آف وارڈز سرکار عالی حیدرآباد حجم ۲۲ صفحہ، لکھائی چھپائی اور کاغذ متوسط، پتہ دار مددگار ناظم کورٹ چیتا پور گلبرگہ دکن،

مولوی صاحب موصوف وقتاً فوقتاً اصلاحی اور تعلیمی رسالے شائع کرتے رہتے ہیں، یہ رسالہ موسلمین نامی نو مسلموں کی ابتدائی مذہبی تعلیم کے لئے لکھا گیا ہے، جس میں اسلام کے اعتقادات و عبادات کے ضروری مسائل کو مختلف سبقوں میں تقسیم کر کے نو مسلموں کو سکھانے کی ہدایتیں درج ہیں، اس رسالہ کو



سامنے رکھ کر ناخواندہ نو مسلموں کو اسلام کے ضروری مسائل آسانی سے سکھائے جاسکتے ہیں،

جونیر سلف ٹیچنگ انسٹیٹیوشن، پروفیسر سید مظفر الدین صاحب ندوی ایم اے (گولڈ میڈل) معلم عربی و فارسی اسلامیہ کالج کلکتہ نے اردو سے انگریزی ترجمہ دالا کرنے کے لئے یہ رسالہ مرتب کیا ہے، رسالہ کی ترتیب جدید طریق تعلیم میں سے "طریق راست" کے اصول پر کی گئی ہے، رسالہ ۱۴۱۱ھ میں منقسم ہے، ہر باب میں انگریزی زبان کی گرامر کے قواعد اختصار اور جامعیت سے متاثران کو کامل اور آسان جہوں میں مشق کرایا گیا ہے، پھر اسی طریقہ سے تدریجی ترقی کرتے ہوئے اردو کی سلیب عربی ترجمہ کے لئے پیش کی گئی ہیں، اور ترجمہ کی عام کتابوں کی طرح مشکل الفاظ اور محاوروں کا انگریزی ترجمہ قوسین میں درج کر دیا گیا ہے،

توقع ہے کہ یہ کتاب اسکول کے چوتھے درجے سے اٹھویں نویں درجہ تک کے طلبہ کے لئے نہایت مفید ہوگی، کیونکہ انگریزی ترجمہ کی کتاب جو بالعموم خصوصاً مشرقی صوبوں میں شایع ہوتی رہتی ہیں وہ ایسے اہل قلم کے قلم سے نکلتی ہیں جنہیں انگریزی زبان پر تو کافی عبور ہوتا ہے لیکن اردو زبان اور اس کے صحیح محاوروں اور مفہوم کے صحیح طریقہ ادا سے واقف نہیں ہوتے، لیکن زیر تبصرہ رسالہ ایک ایسے مصنف کا ہے، جسے دونوں زبانوں پر یکساں عبور حاصل ہے، اس لئے اس کو اپنے موضوع پر ایک کامیاب رسالہ کہا جاسکتا ہے، رسالہ کا حجم ۸۸ صفحے ہے جو خوش نمائش میں اچھے کاغذ پر چھپا ہے، یہ تیسرا جلد ۹۷ ہے، مصنف موصوف سے اسلامیہ کالج کلکتہ یا جناب سید ظہیر اللہ صاحب ندوی بی اے کوٹھی ڈاکٹر ولی احمد صاحب جو ہڑہ بانگی پور پٹنہ کے پتہ سے مل سکتا ہے۔

درا

جلد ۲۶ ششم

ماہ ربیع الثانی ۱۴۲۹ مطابق ماہ ستمبر ۱۹۰۸ء

عدد ۳۵

## مضامین

۱۶۶-۱۶۲	سید سلیمان ندوی	نذرات
۱۴۹-۱۶۷	مولوی سید ریاست علی صاحب ندوی رفیق المصنفین	پانچ عمری یا عمر نامہ
۱۹۲-۱۹۰	مولوی سید ہاشم صاحب ندوی رکن دائرۃ المعارف	حافظ العصر ابن حجر
۲۵۱-۲۵۰	جناب محمد حبیب اللہ صاحب رشدی ایم اے	ادبیت
۲۵۸-۲۵۶	مولانا تمنا، عمادی پھلواری	اختارات بدلی اور اس کا مکملہ
۲۱۵-۲۱۹	ڈاکٹر حامد رضا صاحب تیموری، بھوپال	علاج بانجھال
۲۱۶	نواب صدیق جٹ مولانا حبیب الرحمن خان شروانی	صحیح بخاری کا ایک حقیقی نسخہ
۲۲۲-۲۱۷	درا	افغانی کا تاریخی پایہ
۲۲۵-۲۲۳	ایم ع	جدید مدارس میں قدیم تعلیم و تربیت
۲۲۹-۲۲۶	ن	اخبار علیہ
۲۲۱-۲۲۰	لسان الحکمتہ شمس العلماء شاطر مدرسی	کلام شاطر
۲۲۲-۲۲۱	مرزا محمد عسکری مجازی، لکھنؤ	حقائق مجازی
۲۲۷-۲۲۳	درا	نصاب مرغوب
۲۲۰-۲۲۸	درا	مطبوعات جدیدہ